بچوں اور بڑوں کے لیے دلچسپ اور تحیّر انگیز ناول

ایولین کی شہزادی

...... : مصنّف : ......

اِبن آدم

Evelyn Ki Shahzadi

(The Princess of Aeolian)

By

Ibn-e-aadam

(C) جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں۔

کتاب کا نام	:	ایولین کی شہزادی (بچوں کے لیے ناول)
مصنّف کا نام	:	ابواُسامہ ہارون الرشید
		Abu Osamah Haroon Rasheed
قلمی نام	:	اِبن آدم

رابطہ	:	۶۴۱/بی، گلی نمبر ۵، نیاپورہ، مالیگاؤں ضلع - ناشک (مہاراشٹر) ۴۲۳۲۰۳

Address: 641/b, 5th Lane, Nayapura, Malegaon. Dist - Nashik 423 203.(Maharashtra) INDIA.

موبائیل نمبر	:	09028117553 / 09370406754

ٹائٹل	:	شاہد رحمانی، مالیگاؤں
کمپوزنگ	:	اِبن آدم، مالیگاؤں
صفحات	:	۹۶ **Pages:** 96
تعداد	:	۵۰۰
سن اشاعت	:	۲۰۱۶ء **Year of Publication:** 2016
ایڈیشن	:	دوّم
طباعت	:	ہمدم پرنٹس، اپنا سوپر مارکیٹ، جونا آگرہ روڈ، مالیگاؤں
ناشر	:	ابوسفیان ہارون رشید
قیمت	:	-/۸۰ روپے (لائبریری کے لیے -/۱۰۰ روپے)

انتساب

مدیر ماہنامہ ’گل بوٹے‘ ممبئی

معروف و مقبول ادیب الاطفال،

’فاروق سیّد‘ صاحب

کے نام

جن کا اخلاص ہر دل کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔

پیش لفظ

”سائکلوپس (Cyclops) کی سرزمین چھوڑنے کے بعد وہ ’ایولین (Aeolian)‘ میں پہنچے جہاں ’ایولس (Aeolus)‘ کی حکومت تھی، جو اپنی ملکہ اور بارہ بیٹوں کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ جزیرہ سمندر کے اوپر تیرتا رہتا تھا۔ یہاں ’اوڈیسیس‘ (Odysseus) اور اس کے ساتھی ایک مہینے تک رہے۔ ’ایولَس‘ نے ان کی خوب خاطر مدارت کی اور جب جانے لگے تو اس نے ’اوڈیسیس‘ کو ایک چمڑے کی مشک میں وہ تمام ہوائیں بند کر کے دے دیں، جو سمندر کے آس پاس چلتی ہیں۔ بس اس میں مغربی ہوا نہیں تھی کیونکہ یہ تو اُن کے جہاز کو لے کر جانے کا کام کرنے والی تھی۔ اس چمڑے کے تھیلے کو اس نے چاندی کے تاروں سے باندھ دیا۔“

(ہومر، اوڈیسی ’اے اولین کے جزیرے میں‘، تلخیص: اطہر پرویز، ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی، ستمبر سن ۱۹۸۳ء، طابع: اے۔ جے۔ پرنٹرز، نئی دہلی، ص ۶۸)

یہ سن ۲۰۱۰ء کی بات ہے، مَیں ’میر امّن‘ کی ’باغ و بہار‘ کی تلخیص کر رہا تھا اور اسی لیے اُردو ادب میں تلخیص کی گئی کہانیوں کا مطالعہ بھی جاری تھا۔ تبھی ’ہومر‘ کی ’اوڈیسی‘ کی مذکورہ سطور نے مجھے اپنے طلسم کا اسیر کر لیا۔ اگرچہ مَیں نے اخیر تک ’اوڈیسی‘ پڑھی مگر اس پُر اسرار جزیرۂ ’ایولین‘ اور اس کے حاکم ’ایولس‘ سے متعلق مزید کوئی معلومات حاصل نہ کر سکا اور میرا ذہن ایک عجیب سی تشنگی کا شکار رہا۔ کچھ عرصہ بعد میرا تخلیقی ذہن جزیرۂ ’ایولین‘ اور بادشاہ ’ایولس‘ کے گرد ایک کہانی گھڑنے لگا۔ اُس وقت اس کہانی کو مَیں نے قرطاس پر رقم کرنے کی سعی بھی کی۔

مگر دو چار صفحات کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ جو کچھ میرے ذہن میں ہے، مَیں اُسے ہو بہو لفظیات میں ڈھالنے سے قاصر ہوں۔ یہ محسوس کرنے کے بعد مَیں اس کہانی کو تحریر کرنے سے باز آ گیا۔

فی زمانہ یعنی سن ۲۰۱۴ء میں جبکہ مجھے اپنے آپ پر اور اپنے قلم پر کچھ اختیار رہے، پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا مقالہ تحریر کرتے ہوئے، جب ذہن تھک جاتا اور مَیں کسی گوشے میں بیٹھ جاتا تب اس کہانی کے کردار اور ماحول اچانک تصوّر میں انگڑائیاں لیتے اور مجھے انجانے مناظر دکھاتے۔ ایک روز دل بہلانے کے لیے مَیں نے اس کہانی کو از سرِ نو تحریر کرنا شروع کیا۔ 'اوڈیسی' کے محض دو (۲) نام (یعنی ایوِلَس اور ایولین) کو مَیں نے اپنی اس فرضی کہانی میں استعمال کیا ہے۔ یہ کہانی میرے اختراعی ذہن کی غمّاز ہے اور طبع زاد کہانی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ 'ایولس' کی بجائے گلفام، سکندر، داور یا جزیرہ 'اے اولین' کی بجائے 'سکندریہ، داورستان، فارستان یا اسی طرح کا کوئی دوسرا نام بھی رکھ سکتا تھا۔ مجھے علم ہے کہ بادشاہوں، شہزادی، شہزادوں اور جادوئی کہانیوں سے بعض افراد کو 'ہول' آتا ہے۔ اُن کی توجہ حاصل کرنے لیے سمندری جہاز کی بجائے خلائی جہاز، جزیرہ کی بجائے سیّارہ اور طلسم اور جادو کی بجائے نہ سمجھ میں آنے والی اور پُر رعب نئی سائنسی اصطلاحات تحریر کر سکتا تھا بلکہ اس طرح 'سائنس فکشن' تحریر کرنے والوں میں اپنا بھی نام شامل کر سکتا تھا۔ مگر مَیں نے عمداً ایسا نہیں کیا۔ کیوں کہ میری نگاہیں بچوں کی دلچسپیوں اور اُن کے نفسیاتی تقاضات پر مرکوز ہیں۔

میری ایک آرزو یہ بھی ہے کہ میرا نام، عظیم 'ہومر' کی 'اوڈیسی' کے ساتھ منسلک ہو جائے اور اس کہانی کے مطالعے کے بعد قارئین کے دلوں میں 'اوڈیسی' کے مطالعے کا شوق بھی پیدا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو مَیں اپنے آپ کو کامیاب سمجھوں گا۔

یہ محض طلسمی کہانی نہیں ہے بلکہ پس تحریر اس میں درس بھی موجود ہے، جو لاشعوری طور پر بچوں کے اذہان میں جذب ہو جائے گا۔ خیر یہ کہانی اب اپنے اختتام پر پہنچی۔ اِسے انجام پر پہنچا کر مَیں خوش نہیں۔ کیونکہ اس کہانی کو تحریر کرنے کی لذّت اور خوشی کوئی مجھ سے پوچھے، جو مجھ سے چھن گئی ہے۔ خیر مجھے یقین ہے، میرا یہ عیّاش ذہن ایسا ہی نشّہ دوبارہ حاصل کرنے کے لیے دوسری کہانی ضرور بُنے گا۔

مَیں، اپنے مشفق نگراں جناب 'ڈاکٹر قاسم امام' صاحب اور ادیب الاطفال 'فاروق سیّد' صاحب کا مشکور ہوں کہ ان کا قرب میرے لیے نعمت اور رحمت سے کم نہیں ہے۔ ان دو شخصیات کے زیرِ سایہ میرا علمی و ادبی سفر جاری ہے۔ شہر مالیگاؤں کے مشہور ڈرائنگ ٹیچر جناب 'شاہد رحمانی' کا بھی مَیں ممنون ہوں کہ انہوں نے اس تصنیف کے خوبصورت سرِورق کی مصوری فرمائیں۔

مجھے یقین ہیکہ میرے سابق طبع زاد ناول 'جادو'، 'جادوگر'، 'جادوگر بادشاہ'، 'جادوگر شہزادی'، 'جادوئی پیالہ' اور سائنس فکشن ناولٹ 'ٹوبو' کی طرح میرے اس ناول کو بھی بچّے پسندیدگی کی سند اور ایوارڈ تفویض کریں گے۔

مخلص،

ابن آدم

ایولین کی شہزادی اور اِبن آدم

'ایولین کی شہزادی' بچوں کے لیے تخلیق کردہ ایک دلکش و بامقصد ناول ہے۔اس ناول کے زمان ومکان، قدیم ادب کے قصّہ گوئی کی طرح ہیں۔اس کے کردار بھی حقیقی نہیں بلکہ 'مافوق الفطرت' کا حصّہ ہیں۔بچوں کی دلچسپی آج بھی اس قسم کی کہانیوں میں باقی ہے۔اسی بات کو دھیان میں رکھ کر'ابن آدم' نے اس ناول کو تحریر کیا ہے جو اُردو ادب کی بچوں کے لیے لکھی گئی کہانیوں میں 'ابن آدم' کا خاصہ ہے۔'ابن آدم' نے جس تیز رفتاری اور معیار سے اپنا ادبی سفر طئے کیا اور جتنی تیزی سے اُن کی تصانیف کی تعداد دس کا ہندسہ پار کرگئیں،اس کی مثال اُردو ادب میں بہت مشکل سے ملیگی۔حاصل کردہ تجربے نے اُن کی زبان و بیان کی مہارت کو مزید پختہ کردیا ہے۔اس کا ثبوت ہمیں 'ایولین کی شہزادی' کے مطالعے سے مل جاتا ہے۔

اس ناول کا آغاز اچھا، نقطہ عروج عمدہ اور اختتام بہترین ہے۔'ابن آدم' نے اس ناول میں تجسّس کو آخر تک قائم رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔'ابن آدم' کی کہانیاں تفریح کے ساتھ اخلاقی درس کا عمدہ نمونہ ہوتی ہیں۔لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت اور موجودہ دَور میں صنفِ نازک کی اپنی حفاظت آپ کرنے کے جذبے وقت کو بھی اُبھارنے کی سعی 'ابن آدم' نے اس ناول میں کی ہے۔یقین ہے کہ ان کے تحریر کردہ پچھلے ناولوں کی طرح ہی یہ ناول بھی 'ابن آدم' کو ادب کی نئی بلندیوں سے روشناس اور نئے قارئین کو 'ابن آدم' سے متعارف کرائے گا۔

ڈاکٹر یوسف صابرؔ

Dr.Khan Yusuf Khan Jabbar

Urdu Department

M.S.G.College, Malegaon Camp.Dist- Nashik 423203.

Mobile: 09326772575

ایولین کی شہزادی

ہوا، قدرت کے طلسماتی کارخانے کا ایک معمولی مگر موثر جزو ہے۔یہ ایک ایسا کرشمہ ہے جو جتنا حیاتی نظام کیلئے لازم ہے اُتنا ہی غیر حیاتی نظام کیلئے بھی ضروری ہے۔ہوا، مختلف جگہوں پر مختلف کیفیات کی حامل ہوتی ہے۔مثلاً قطب شمالی کی جانب سے چلنے والی ہوا کسی برف کی طرح ٹھنڈی ہوتی ہے۔یہ اپنے ساتھ برف کے بہت سارے چھوٹے چھوٹے ذرات لے کر آگے آنے والے کھارے سمندروں کی سطح پر سے گذرتی ہے۔سطح کے پانی سے یہ اپنا ٹھنڈا جسم رگڑتی ہوئی، پانی کو اور زیادہ ٹھنڈک بخشتی ہوئی جنوب کی جانب اُڑتی چلی جاتی ہے۔جب یہ صحرائی خطوں سے گذرتی ہے،جہاں سورج کی تپتی ہوئی تیز شعائیں وہاں کی ہر شئے کو اپنے ظلم وجبر کا نشانہ بنانے کے عمل میں مصروف ہوتی ہیں،تب یہ ہوا اِن گرم شعاعوں کے خلاف برسرِ پیکار ہوتی ہے۔یہ اپنے اُن آبی بخارات سے صحرا کی ہر شئے کو فرحت اور تازگی بخشنے کی کوشش کرتی ہے،جو وہ قطب شمالی کے پہاڑوں کے جسم سے اُڑا کر لاتی ہے۔مگر اِس عمل کے عوض وہ خود خشک سے خشک تر ہوتی جاتی ہے۔آہستہ آہستہ اِس میں زندگی کی گرمی اور بلا کی چبھن پیدا کرنے والی حرارت در آتی ہے۔صحرا کی دھوپ اور ٹھنڈی ہوا کے اِس مقابلہ میں ہوا خود بھی اِتنی گرم ہوجاتی ہے کہ اِس گرمی سے صحرا کی ہر شئے پناہ مانگنے لگتی ہے۔جب صحرا کے مختلف عناصر ہوا کو اُس کی شکست اور اُس کی غضبناکی کا احساس دلاتے ہیں تو وہ اپنے خالق کی جانب رجوع ہوتی ہے اور اپنا سر آہستہ آہستہ آسمان کی جانب اُٹھاتی ہے۔وہ اپنے کاذبی ہاتھوں کو دعا کے لئے پھیلاتی ہے،خدا کی مدد ورحمت کو پکارتی ہے اور پھر نئے سرے سے اپنی ہمت اور طاقت کو جمع کرکے اپنے

بر فیلے گھر کی طرف آہستہ آہستہ لوٹ جاتی ہے تا کہ دوبارہ ان صحرائی خطوں کے تمام جانداروں اور غیر جانداروں کو کچھ حد تک شاد کر سکے ۔

واپسی کے سفر میں اس کا گزر ایک ایسے جزیرے سے ہوتا ہے جو دست قدرت کا ایک انوکھا شاہکار ہے ۔ یہ 'جزیرہ اویلین' ہے ۔ یہ جزیرہ سمندر پر مسلسل تیرتا رہتا ہے ۔ یعنی یہ جزیرہ کسی ایسے جہاز کی طرح تھا جو بغیر کسی جہاز راں کے کھلے سمندر میں تیر رہا ہو ۔ سطح سمندر پر مسلسل متحرک رہنے کی وجہ سے 'جزیرہ اویلین' کی آب و ہوا بالکل غیر یقینی تھی ۔ مثلاً جنگل کا حصّہ ، گھنے درختوں کی بدولت ایک نم اور ملگجے اندھیرے کی سیاہ چادر اوڑھے رہتا تھا ۔ اکثر راتوں میں اور بارش میں اِس کی فضا پر گہری دھند چھائی رہتی تھی ۔ اس دھند کی وجہ سے جنگل کے جانوروں کو اپنے شکار کو جا دبوچنے میں آسانی ہوتی تھی ۔ چونکہ یہ جزیرہ آہستہ آہستہ پانی پر تیرتا رہتا تھا ، اِس کی رفتار کبھی انتہائی معمولی ہوتی تھی اور کبھی بہت تیز ۔ اس کی وجہ سمندر کی نچلی کیفیات ہوتی تھیں یا پھر سمندری لہروں کا بہاؤ ۔ اس ٹیڑھی چال کی وجہ سے پورے جزیرے پر کبھی تیز ہوائیں چلنے لگتیں تو کبھی ہلکی ۔ اِس کے کنارے بڑے بڑے ٹیلوں اور چٹانوں سے بھرے پڑے تھے ۔ ان چٹانوں سے سمندر کی اُونچی اونچی لہریں چنگھاڑتی ہوئی اپنا سر ٹکراتی تھیں ۔ لہروں کے چٹانوں سے ٹکرانے کی دہشت ناک آواز جزیرے میں دور دور تک سنائی دیتی تھی ۔ مگر یہاں کی ساری چیزیں اور یہاں کی زندگی اِن تمام کیفیات کی عادی ہو چکی تھیں ۔

ایک وقت تھا کہ اویلین کو اس بات کا افسوس رہتا تھا کہ اُس پر انسان نہیں بستے ۔ جزیرے کی یہ آرزو تھی کہ جس طرح دوسرے جزیروں پر انسان رہتے ہیں اسی طرح اس پر بھی گھر بنا کر رہیں ۔ یہ جزیرہ کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں تھا جو اپنی نسل اور اپنے لوگوں سے اِسے آباد کرے ۔ اِس جزیرے پر آنے والے نجانے کتنے لوگ ہوں گے جو اِس کے درد کو نہ ہی سمجھ

سکے اور نہ ہی اپنی زندگی کو اِس لائق بنا سکے کہ وہ زندگی کہلائے ۔ کچھ لوگ یا تو پاگل ہو گئے یا پھر اُنھوں نے یہاں کے پُراسرار ماحول سے خوفزدہ ہو کر سمندر میں ڈوب مرنے کو بہتر سمجھا ۔

یہ جزیرہ سمندر کی لہروں پر سفر کرتا رہتا تھا اور کسی ایسے بہادر انسان کی تلاش میں تھا ، جو اس پر اپنا قبیلہ آباد کرے ۔ خدائے برتر نے جزیرے کی خواہش پوری کر دی ۔ ایک صبح ، سورج کی ہلکی اور نرم شعاعوں کے ساتھ سمندر کے اُفق پر ایک بحری جہاز ، سمندر سے ، آہستہ آہستہ طلوع ہوا اور جزیرے کی جانب بڑھنے لگا ۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ جزیرے کے قریب آپہنچا ۔ یہ سمندری لٹیروں کا جہاز تھا ۔ جہاز سے لنگر ڈالا گیا اور تمام لٹیرے اس کے کنارے کی چٹانوں پر اُتر آئے ۔ لٹیروں کے سردار 'اُیوِس' نے اپنے ساتھی لٹیروں کو خیمے لگانے کا حکم دیا ۔ سردار اُیوِس ایک طاقتور جسم کا خوبرو نوجوان تھا ۔ اُس کے سر کے بال لمبے لمبے اور بادامی رنگ کے تھے ، جو اُس کے سرخ اور سفید چہرے پر بہت بھلے معلوم ہوتے تھے ۔ 'اُیوِس' ہمت والا ، ضدّی اور بہت بہادر تھا ۔ وہ موت سے بھی ٹکرانے کا حوصلہ رکھتا تھا ۔ وہ بہت سخی بھی تھا ۔ وہ ، لوٹی ہوئی دولت ضرورت مندوں میں تقسیم کیا کرتا تھا ۔ اسی لیے اُس کے ساتھی لٹیرے بھی اُس سے بہت محبت کیا کرتے اور اُس کا ہر حکم بجالاتے ۔ اپنے سردار کا حکم سن کر تمام لٹیروں نے جہاز سے ضروری سامان اُتارا ۔ پھر کچھ ہی دیر میں ساحل کے ٹیلوں پر بہت سارے خیمے نظر آنے لگے ۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اُیوِس ٹیلوں پر چڑھ گیا اور آگے کے گھنے درختوں اور جزیرے کے ماحول کا گہری نظروں سے جائزہ لینے لگا ۔ وہ بہت دیر تک ادھر اُدھر دیکھتا رہا مگر اس جزیرے پر اُسے نہ تو کوئی محل نظر آیا نہ ہی کوئی قلعہ ۔ اُسے تو ہر طرف گھنے درخت ہی نظر آرہے تھے ۔ ان گھنے درختوں کی وجہ سے وہ کوئی اندازا نہیں لگا سکا کہ یہاں انسان بھی بستے

ہیں یا نہیں۔ اِس جزیرے کے بارے میں جاننے کے لیے اُس نے اپنے چند ساتھیوں کو جنگل کی طرف روانہ کیا۔ شام کے وقت تمام ساتھیوں نے آکر اُسے خبر دی کہ اِس جزیرے پر کہیں بھی کوئی آبادی نہیں ہے اور نہ ہی کسی پرانی بستی کے ہونے کے آثار ہیں۔ اُنھوں نے ’ایولس‘ کو یہاں قیام کرنے اور اس جزیرے پر اپنی حکومت قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ ’ایولس‘ اپنے ساتھیوں کی باتیں سن کر کچھ دیر غور کرتا رہا۔ جب وہ اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تو اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے خیمے سے نکل کر ایک طرف چل پڑا۔ اُسے اچانک اس طرح اُٹھ کر جاتا دیکھ اُس کے ساتھی بھی ادب سے اُس کے پیچھے چل پڑے۔ وہ سمجھ گئے کہ اُن کا سردار ’ایولس‘ لٹیروں کی ’مائی‘ کے پاس جا رہا ہے۔

لٹیروں کی ’مائی‘ ساٹھ یا ستّر برس کی ایک بُڑھیا تھی۔ وہ طلسم اور جادو ٹونا جانتی تھی۔ وہ اپنے جادوئی علم سے پیشین گوئیاں کر کے لٹیروں کی بہت مدد کیا کرتی تھی۔ لٹیروں کا سردار ہر بستی کو لوٹنے سے پہلے ’مائی‘ سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ ’مائی‘ اُسے بتاتی تھی کہ کس جہاز یا کس بستی کو لوٹنا زیادہ آسان ہے اور کس جہاز اور بستی سے زیادہ دولت حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ ’مائی‘ تقریباً پچاس برسوں سے لٹیروں کے ساتھ تھی۔ یہ کون تھی اور کہاں سے آئی تھی، یہ بات کسی کو معلوم نہیں تھی۔ لیٹروں کے سردار کا باپ بھی ’مائی‘ کی اجازت کے بغیر کسی بستی یا جہاز پر حملہ نہیں کرتا تھا۔ ’مائی‘ کے مشوروں پر عمل کر کے لیٹروں کو آج تک کسی طرح کا نقصان نہیں ہوا تھا۔ اس پُراسرار بڑھیا کے مشوروں پر عمل کر کے لیٹروں نے اپنے جہاز پر بہت زیادہ دولت اکٹھا کر لی تھی۔ یہ دولت اتنی زیادہ تھی کہ اس دولت سے ایک بڑی سلطنت قائم کی جا سکتی تھی۔ اسی لیے لٹیرے اپنی ’مائی‘ کی بہت عزّت کیا کرتے تھے اور ’مائی‘ کا ہر حکم اور مشورہ بغیر کسی سوال کے مان لیا کرتے تھے۔

سردار تیزی سے چلتا ہوا ’مائی‘ کے خیمے کے پاس پہنچا۔ وہ خیمے کے باہر رک گیا اور پھر اُس نے اپنی بھاری آواز میں کہا، ’’اے ہم کو راہ دکھانے والی ’مائی‘، دیکھ تیرا بیٹا ’ایولَس‘ پھر تیرے دروازے پر آیا ہے۔ تُو ہمیں راہ دکھا۔‘‘

تھوڑی دیر بعد خیمے سے بُوڑھی ’مائی‘ کی کپکپاتی ہوئی آواز آئی، ’’میرے بیٹے ایولَس، ذرا صبر کر مَیں ابھی ستاروں سے بات کر رہی ہوں۔ تُو اپنے خیمے میں میرا انتظار کر مَیں ان سے بات کر کے آتی ہوں۔‘‘ بوڑھی مائی کی بات سن کر ’ایولس‘ ساتھیوں کے ساتھ اپنے خیمے میں لوٹ آیا اور مائی کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد بوڑھی مائی لکڑی ٹیکتی ہوئی اس کے خیمے میں داخل ہوئی۔ ’ایولس‘ نے جب بوڑھی مائی کو اپنے سامنے پایا تو وہ خوش ہو گیا اور اُٹھ کر اُس کا استقبال کرنے لگا۔ اُس نے مائی کو عزّت سے اپنے پاس بٹھایا اور پھلوں کی رکابی اُس کے سامنے رکھ دی۔ بوڑھی مائی نے پوچھا، ’’کہو میرے بیٹے ایولس کیا بات ہے؟‘‘

ایولس نے کہا، ’’مائی، تُو نے ہمیں اتنی دولت سے نوازا ہے کہ ہماری سات نسلیں بھی ان کے دَم پر بادشاہت کر سکتی ہیں۔ اتنی دولت پا کر ہم سب بہت خوش ہیں۔ مائی، تو جانتی ہے کہ اب ہمیں مزید لوٹ مار کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ سمندری جہاز میں ادھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے اب ہم چاہتے ہیں کہ زمین پر اپنے اپنے گھر بنا کر آرام اور سکون سے زندگی گزاریں۔ تیری مہربانی کی وجہ سے قسمت بھی اب تک ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ آج ہم جس جزیرے پر پہنچے ہیں، یہاں اس سے پہلے کسی انسان نے قدم نہیں رکھا اور یہ جزیرہ صرف درخت اور جانوروں سے بھرا پڑا ہے۔ میرے ساتھیوں کا مشورہ ہے کہ ہم اس جزیرے پر گھر اور مکان بنا کر رہیں۔ اب تُو اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں ہمیں راہ دکھا اور ہمیں بتا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟‘‘

مائی نے کہا، ”بیٹے ایوس، مَیں تم سب بچوں کے دل کی بات سمجھتی ہوں۔ اب مَیں بھی آرام چاہتی ہوں۔ جس طرح تم سب کو اب تک ہنستا کھیلتا دیکھا اُسی طرح تمہارے بچوں کو بھی پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی ہوں۔ مگر بیٹے، جب سے تُو نے ملک ’ٹرابیہ‘ کے جہاز کو لوٹا ہے قسمت پر میرا بس نہیں چل رہا۔ تُو نے ’ٹرابیہ‘ کی شہزادی کو قتل کر کے سمندر میں پھینکنے کی بجائے اُسے گرفتار کرلیا۔ میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود تُو نے اُس سے زبردستی شادی کرلی۔ بیٹے، مَیں نے تجھے کتنا سمجھایا کہ وہ عورت تیرے لائق نہیں ہے۔ اُس کی قسمت اور تیری قسمت ایک ساتھ نہیں رہ سکتی۔ بیٹا ایوَس، اب بھی موقع ہے۔ تُو اُسے قتل کردے اور سمندر میں پھینک دے۔“

ایوس نے مسکراتے ہوئے کہا، ”مائی، تُو جانتی ہے کہ ہم تیری بہت عزّت کرتے ہیں اور تیری ہر بات مانتے ہیں۔ تُو نے ہی تو مجھے حکم دیا تھا کہ مَیں ملک ’ٹرابیہ‘ کے جہاز پر حملہ کروں۔ تُو نے ہی تو کہا تھا کہ اُس جہاز پر مجھے وہ خزانہ ملے گا جو ہم سب کی قسمتیں بدل دے گا۔ مَیں نے تیرے حکم پر عمل کیا اور تُو نے جو کہا تھا اس مرتبہ بھی سچ ثابت ہوا۔ اُس جہاز میں مجھے ’شہزادی نارا‘ کی شکل میں ایسا خزانہ ملا کہ میری بدقسمتی، خوش قسمتی میں بدل گئی۔ جب میری نظروں نے شہزادی ’نارا‘ کو چھوا تو میرے دل نے اُسے اپنا مان لیا۔ مَیں نے اُسے کبھی کنیز اور خادمہ نہیں سمجھا بلکہ مَیں خود اُس کا غلام بن بیٹھا ہوں۔ مَیں نے اُسے اپنی بیوی بنایا ہے۔ مائی، تُو یہ کس طرح کہہ سکتی ہے کہ وہ عورت میرے لائق نہیں۔ کیا تُو نہیں جانتی کہ اُس کی رگوں میں شاہی خاندان کا خون بہہ رہا ہے۔ ہاں تجھے تو یہ کہنا چاہیے کہ مَیں اُس کی محبت کے لائق نہیں کیوں کہ مَیں تو ایک لٹیرا ہوں۔ مائی تُو ہی تو کہتی ہے کہ ستارے ہمیشہ ایک جگہ نہیں رہتے اور انسان کی قسمت بدلتی رہتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ شہزادی ’نارا‘ کی قسمت بدل جائے یا میری قسمت بدل جائے اور ہم دونوں ایک ساتھ زندگی گزاریں؟“

مائی نے کہا، ”بیٹے، ابھی کچھ دیر پہلے مَیں ستاروں سے یہی تو پوچھ رہی تھی۔ ستاروں نے بتایا کہ اس جزیرے پر آنا شہزادی ’نارا‘ کی قسمت میں تھا نہ کہ تیری اور تیرے ساتھیوں کی۔ اُس کی قسمت نہ صرف تیری قسمت کو بدل رہی ہے بلکہ تم سب کی قسمت پر بہت بُرا اثر ڈال رہی ہے۔ اُس کی قسمت کی وجہ سے تم سب اس جزیرے پر آپہنچے ہو۔ اگر وہ تمہارے جہاز پر نہیں ہوتی تو تم سب اس جزیرے تک کبھی نہیں پہنچتے۔ بیٹے، یہ کوئی معمولی جزیرہ نہیں ہے۔ اس جزیرے میں ایسا کچھ ضرور ہے جس کی وجہ سے میرا علم کمزور پڑ گیا ہے۔ اس لیے یہ جزیرہ ہم سب کے لیے منحوس ہے۔ مَیں تجھ سے اب بھی کہتی ہوں کہ تُو شہزادی ’نارا‘ کی محبت اپنے دل سے نکال دے۔ وہ تجھ سے کبھی محبت نہیں کرے گی۔ کیوں کہ وہ تجھ سے نفرت کرتی ہے۔ اُس کے دل میں تجھ جیسے لٹیرے کے لیے کبھی محبت تو کیا ہمدردی بھی پیدا نہیں ہوسکتی۔“

مائی کی بات سن کر ایوس کچھ دیر سوچتا رہا پھر وہ مائی کے قدموں میں آبیٹھا اور کہا، ”مائی، تیرے بیٹے کو اپنی محبت پر پورا یقین ہے اور تُو اتنا علم رکھتے ہوئے بھی ایک معمولی عورت کی وجہ سے پریشان ہو رہی ہے؟ تیرے بس میں کیا نہیں ہے۔ تُو نے ہم سب کو بارہا موت کے منہ سے بچایا۔ کیا اس مرتبہ بھی اپنے بچوں کو نہیں بچائے گی؟ کیا تُو اپنے بیٹے ایوس کو خوش نہیں دیکھنا چاہتی؟ اور یہ تو بڑی اچھی اور خوشی کی بات ہے کہ اُس کی قسمت کی وجہ سے ہم ایک ایسے ویران جزیرے پر پہنچ گئے جہاں مستقبل میں اپنی حکومت قائم کرسکتے ہیں اور آرام اور سکون سے اپنی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ شہزادی ’نارا‘ ہم سب کے لیے خوش قسمتی کی نشانی ہے۔ پھر بھی تُو اُسے بُرا کہہ رہی ہے!“

مائی نے ناراض ہو کر کہا، ”بیٹے، اُس عورت کے حسن اور فریب نے تیری آنکھوں اور تیرے کانوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ ورنہ اس مرتبہ بھی تُو اپنی ’مائی‘ کا کہا سنتا اور مانتا۔ تُو

میرے لیے کبھی ایسے الفاظ اپنی زبان سے نہیں نکالتا۔مَیں نے تیرے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ مَیں تیری اور تیرے ساتھیوں کی حفاظت کرتی رہوں گی۔تُو جانتا ہے کہ مَیں بھی اپنی زبان سے کبھی نہیں پھرتی۔مَیں اس وعدے کو مرتے دَم تک نبھاؤں گی۔حالاں کہ میرا علم اس جزیرے پر کام نہیں کر رہا مگر اس مرتبہ بھی مَیں ہار نہیں ماننے والی۔مَیں تجھے سمجھا تو رہی ہوں۔ مگر اس مرتبہ تیری ضدّ اتنی بڑھ گئی ہے کہ تُو کسی طرح میرا کہا ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہے اور حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔تُو میری نہیں سنتا تو مَیں کیا کر سکتی ہوں۔ ٹھیک ہے تجھے جو بہتر محسوس ہو وہ کر مگر یاد رکھ ایک روز تیری محبت تیری موت بن جائے گی۔“

اتنا کہہ کر مائی اُٹھی اور خیمے سے باہر نکل گئی۔مائی کے اس طرح اُٹھ کر چلے جانے پر ایوس بہت زیادہ اُداس اور فکر مند ہو گیا۔وہ آہستہ سے اُٹھا اور قریب رکھے ہوئے مخمل کے بستر پر لیٹ گیا۔وہ بہت دیر تک حالات پر غور کرتا رہا مگر اُسے اپنے حالات ذرا بھی بُرے نہیں محسوس ہوئے۔اُسے اپنے وفادار ساتھیوں پر بھی بھروسہ تھا اور وہ اپنے بُرے سے بُرے حالات کو بدلنے کی ذہانت رکھتا تھا اور طاقت بھی۔اچانک اُس کے خیالوں میں شہزادی ’نارا‘ کا حسین چہرہ آیا اور اُس کا ذہن ’نارا‘ کے جادوئی حسن میں کھو گیا۔نجانے کب اُس کی آنکھ لگ گئی۔

وہ دیر تک خواب کے مزے لیتا رہا کہ پھر اُس کی آنکھ کھل گئی۔وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا۔اُس نے سنا کہ اُس کے خیمے کے باہر بھگدڑ مچی ہوئی ہے۔وہ تیزی سے اُٹھا اور اپنے خیمے سے باہر نکلا۔اُس نے دیکھا کہ سمندر پر کھڑا اُس کا پیارا سمندری جہاز آگ میں جلا جا رہا ہے۔جہاز کا آدھے سے زیادہ حصّہ آگ میں گھرا ہوا تھا۔اُس کے وفادار ساتھی دور سے آگ پر پانی اُچھال رہے تھے اور آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔اُس نے حیران اور سوالی نظروں سے اپنے دوست ’میرلس‘ کی طرف دیکھا جو اس دوران اُس کے

قریب آ کھڑا ہوا تھا، اُس سے غصّے سے پوچھا،”یہ آگ کس طرح لگی؟ کیا تم سب بے ہوش تھے کہ اتنا بڑا جہاز آگ کی لپیٹ میں آ گیا؟“

میرلس نے کہا،”سردار، آپ جانتے ہیں کہ ہم سب نے کئی دنوں سے نیند پوری نہیں کی تھی۔آپ کے حکم سے جب ہم نے یہاں پڑاؤ ڈالا تو سب ہی آرام کرنے لگے پھر نہ جانے کب ہماری آنکھ لگ گئی۔روشنی اور گرمی کی وجہ سے ہماری آنکھ کھلی تو ہم نے جہاز کو جلتے دیکھا۔“

میرلس کی بات سن کر ایوس سمجھ گیا کہ جس طرح تھکن کی وجہ سے وہ سو گیا تھا۔اُس کے ساتھی بھی اپنی تھکن اُتار رہے تھے۔اچانک لکڑیوں کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ایوس نے دیکھا کہ آگ نے جہاز کی لکڑیوں کو جلا ڈالا ہے۔ابھی ایوس اور میرلس کے درمیان یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ تیز ہوائیں چلنے لگیں۔بندھے ہوئے بادبان کی رسّیاں آگ سے جل گئیں اور تیز ہواؤں کی وجہ سے جہاز کے بادبان کھل گئے۔دیکھتے ہی دیکھتے جلتا ہوا جہاز کھلے سمندر میں چلا گیا۔سب لٹیرے اپنے سردار ایوس کے ساتھ ساحل پر کھڑے ہو کر یہ حیرت انگیز منظر دیکھ رہے تھے۔اُنھیں اُمید تھی کہ شاید تیز ہواؤں کی وجہ سے جہاز کی آگ بجھ جائے اور اُن کا جہاز اُنھیں دوبارہ مل جائے۔مگر تھوڑی ہی دیر میں لکڑیاں ٹوٹنے کی تیز آواز آئی اور جہاز دو ٹکڑے ہو کر سمندر میں ڈوبنے لگا۔ایوس اور اُس کے ساتھی یہ منظر دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔اُنھوں نے لوٹ مار کر کے بڑی محنت سے اب تک جو ساز و سامان اور دولت دنیا بھر سے اکٹھا کی تھی تاکہ اپنی آخری عمر میں وہ آرام و آسائش کی زندگی گزاریں وہ سب مال و دولت اُن کے پیارے جہاز کے ساتھ سمندر میں آہستہ آہستہ ڈوبتی جا رہی تھی۔جب پورا جہاز پانی میں ڈوب گیا تو ایوس کو ہوش آیا۔اُس نے میرلس سے پوچھا،”شہزادی نارا!۔۔۔شہزادی نارا کہاں ہے!؟“

میرلس نے کہا،”سردار، وہ! وہ شاید جہاز ہی پر تھی۔“

ایولس نے طیش میں آ کر میرلس کو ایک تھپڑ مارتے ہوئے کہا،" میرلس، اگر شہزادی نارا کو کچھ بھی ہوا تو مَیں تمھیں جان سے مار ڈالوں گا سمجھے۔ جاؤ اور اُسے حفاظت کے ساتھ میرے پاس لے کر آؤ۔"

میرلس نے اپنے سردار کو پہلی بار اتنا پریشان اور اتنے غصّے میں دیکھا تھا۔ حالات بھی تو بے حد خطرناک ہو گئے تھے۔ اُسے علم تھا کہ سردار، شہزادی نارا سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اب سردار پر یہ ذمہ داری بھی آ پڑی ہے کہ اُسے اپنے ساتھیوں کو مایوسی سے بچانا ہوگا اور اُن میں دوبارہ حوصلہ پیدا کرنا ہوگا۔ وہ سردار کے حکم کے مطابق شہزادی کی تلاش میں دوسرے خیموں کی طرف تیزی سے چل پڑا۔

اُس کے جانے کے بعد ایولس بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ پریشانی کی وجہ سے بار بار اُس کی مٹھیاں بھینچ جاتیں اور اُس کے جبڑے سختی سے ایک دوسرے پر جم جاتے۔ اُس کے تصوّر میں بار بار 'شہزادی نارا' کا چہرہ آتا تھا جو اُسے مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ اُس نے سوچا وہ کبھی اتنا پریشان نہیں ہوا۔ ایسے پریشان ہو کر ان بدترین حالات سے وہ نکل تو نہیں سکتا۔ بہتر ہے کہ وہ پُرسکون رہے اور کوئی حل تلاش کرے۔ اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر کے لیے اپنی سانس روک لی۔ اُس نے اپنے ذہن سے تمام پریشانیوں کو جھٹک دیا۔ آہستہ آہستہ اُس کے دل کی تیز دھڑکنیں دھیمی ہونے لگیں۔ کچھ دیر بعد اُس کی گھبراہٹ ختم ہو گئی اور وہ پُرسکون ہو گیا۔ اُس نے ایک گہری سانس لی اور پھر آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں۔

اُس نے دیکھا کہ اُس کے سب ساتھی اُس کے پاس آ رہے ہیں۔ وہ اطمینان سے کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد اُس کے ساتھی اُسے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کی آنکھوں میں جہاز کے ڈوب جانے کا غم بھی تھا اور مایوسی بھی۔ اُن میں سے ایک نے ایولس سے پوچھا،" سردار، کیا

آپ نے دیکھا کہ ہمارا جہاز ڈوب گیا اور ہم کچھ نہیں کر سکے؟"

دوسرے نے پوچھا،" سردار، اب ہمارا کیا ہوگا؟"

تیسرے نے پوچھا،" سردار، جو خزانہ اور دولت ہم نے اپنی جان کی بازی لگا کر اکٹھی کی تھی وہ تو جہاز کے ساتھ سمندر کی تہہ میں چلی گئی۔ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

پہلے نے پوچھا،" سردار، ہم نے اتنی محنت اور مشقّت کر کے دنیا بھر سے سونا، چاندی اور دولت لوٹی تھی اور آپ کے کہنے کے مطابق ہم اب سکون اور چین سے زندگی گزارنے والے تھے۔ پھر اچانک یہ کیا ہو گیا؟ کیا ہمیں دوبارہ لوٹ مار کرنی پڑے گی؟ کیا ہمیں دوبارہ وہی خطرناک زندگی گزارنی ہوگی؟"

دوسرے نے کہا،" سردار، ہمارے پاس لوٹ مار کرنے کے لیے اب جہاز بھی کہاں ہے؟"

سردار ایولس نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا،" میرے وفادار اور بہادر ساتھیو، تمھیں حیران اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اطمینان رکھو ہماری محنت اور قربانیاں بے کار نہیں جائیں گی۔ میرے ساتھیو، زندگی، بہادری کا نام ہے۔ زندگی محنت، وفاداری اور جاں نثاری کا نام ہے۔ ہم نے اب تک ہر لمحہ دنیا والوں کو بہادری دکھائی اور محنت کی۔ ہم نے ایک دوسرے کی حفاظت اور دوستی کے لیے خود زخم کھائے۔ مَیں تم سب سے پوچھتا ہوں۔ کیا ہم نے زندگی کے سب مزے نہیں اُٹھائے؟ کیا ہم ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شریک نہیں رہے؟"

ایولس کی بات سن کر اس کے سب ساتھی کچھ سوچنے لگے۔ سردار نے کہا،" دوستو، میرا یقین کرو۔ اگر ہم نے ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑا تو جس طرح ہم اب تک کامیاب رہے ہیں، آئندہ بھی کامیاب رہیں گے۔ ہم سمندر کے شیر ہیں اور ہم کبھی حوصلہ اور ہمت نہیں

بارتے۔ ہم اپنے بازوؤں کی طاقت پر یقین رکھتے ہیں اور حالات کو اپنے مطابق بدلنا جانتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اس بار بھی اپنی طاقت اور فیصلوں سے وقت کو اپنا دوست بنا لیں گے۔ کیا تم سب اس مرتبہ بھی اپنے سردار کے ساتھ ہو؟''

ایوس کی باتیں سن کر سب ساتھیوں کے دلوں میں جوش بھر گیا اور سب نے ایک ساتھ جواب دیا''ہاں، سردار، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔''

اپنے ساتھیوں کا جواب سن کر ایوس خوش ہو گیا۔ اُس نے کہا''میرے ساتھیو، اب تم سب جا کر اپنے اپنے خیمے میں آرام کرو اور مَیں سوچتا ہوں کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے۔''

ایوس کا حکم سن کر سب لٹیرے اپنے اپنے خیموں کی طرف چل پڑے۔ ایوس کچھ دیر وہیں کھڑا رہا اور اپنی خوبصورت محبوبہ شہزادی ‘نارا’ کے بارے میں سوچتا رہا۔ اُس کے ذہن میں بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ کہیں شہزادی نارا، جلتے ہوئے جہاز کے ساتھ سمندر میں تو نہیں ڈوب گئی!؟ کیا اب وہ شہزادی نارا سے کبھی مل نہیں پائے گا!؟ اُس کے روتے ہوئے دل نے کہا''نہیں، نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ شہزادی نارا کے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکے گا۔''

ایوس نے دوبارہ اپنی آنکھیں بند کر لیں اور گہری سانسیں لینے لگا۔ سب کے جانے کے بعد ایوس بھی اپنے خیمے میں آ گیا اور اطمینان سے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب کیا کرے؟ اُس نے شہزادی نارا کی مرضی کے خلاف اُس سے شادی کر لی تھی۔ وہ تین راتوں اور تین دنوں سے اُس کے ساتھ تھا اور ہر طرح سے اُسے خوش کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر شہزادی نارا کو ایوس کی محبت قبول نہیں تھی۔ ایوس کی طرح شہزادی نارا بھی بہت ضدّی تھی۔ وہ تو ایوس کو اپنے والد اور بھائی کا قاتل مانتی تھی اور موقع ملتے ہی ایوس کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ ان تین دنوں میں اُس نے کوشش کی تھی کہ کسی طرح اُسے کوئی تلوار یا چاقو مل جائے جس سے وہ ایوس کو

قتل کر کے اپنے والد اور بھائی کے قتل کا بدلہ لے سکے۔ ابھی اُس کا ذہن ماضی کی یاد میں کھویا ہوا تھا کہ اتنے میں اس کا دوست اور وفادار ‘میرس’ اُس کی اجازت لے کر خیمے میں داخل ہوا۔ ایوس نے دیکھا کہ ‘میرس’ کا سر جھکا ہوا ہے۔ اُس نے غصّیلے لہجے میں پوچھا''کیا تمہیں معلوم ہوا کہ شہزادی نارا کہاں ہے؟''

میرس نے کہا''سردار، مَیں نے اور میرے ساتھیوں نے سارے خیمے دیکھے مگر ان میں شہزادی نارا کہیں نظر نہیں آئی۔''

یہ سن کر ایوس اور غصّے میں آ گیا اُس نے چیخ کر کہا''کم بخت کہیں کے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاؤ اور پورے جزیرے میں شہزادی کو تلاش کرو۔ اور اب بغیر شہزادی نارا کے واپس مت آنا۔''

یہ حکم سن کر میرس اپنے سردار کی طرف حیران نظروں سے دیکھنے لگا۔ اُسے حیران دیکھ کر ایوس نے چیخ کر کہا''کھڑے کیوں ہو؟ اب جلدی جاؤ۔''

یہ سن کر میرس تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ایوس دوبارہ شہزادی نارا کے بارے میں سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس کے خیمے میں ‘مائی’ آئی۔ ‘مائی’ کو اس طرح اچانک اپنے خیمے میں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور اُس کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ‘مائی’ بغیر کسی ضرورت کے کسی سے ملاقات نہیں کرتی یہاں تک کہ وہ بلا ضرورت کسی سے بات بھی نہیں کرتی تھی۔ وہ خوش اس لیے بھی ہو رہا تھا کہ شاید مائی اُسے شہزادی نارا کے بارے میں کوئی خبر دینے آئی ہے۔ اُس کے دل نے کہا کہ اگر ‘مائی’، شہزادی کے بارے میں بات کرنے نہیں بھی آئی تو کیا ہوا۔ وہ خود ‘مائی’ سے کہے گا کہ وہ اپنے علم سے شہزادی نارا کا پتہ لگائے۔ اُسے یقین تھا کہ ‘مائی’ اُس کی مدد ضرور کرے گی۔

ایولس نے دیکھا کہ ُمائی‘ کے چہرے پر خوشی کے آثار ہیں تو اُسے یقین ہوگیا کہ مائی اُس کے لیے کوئی نہ کوئی خوش خبری لائی ہے۔ ُمائی‘ نے کہا،’’بیٹے ایولس، مَیں جانتی ہوں کہ ہمارا پیارا جہاز ہماری اب تک کی جمع کی ہوئی تمام دولت کے ساتھ سمندر میں غرق ہو چکا ہے۔ ایسے خراب حالات میں بھی مَیں تجھے مطمئن دیکھ رہی ہوں۔ تیری یہی بات مجھے بہت پسند ہے کہ تُو اپنے مشکل حالات سے گھبراتا نہیں اور عقل اور حکمت سے کام لیتا ہے۔ مَیں تجھے خوش خبری سنانے آئی ہوں۔ سن ستاروں نے مجھے ابھی یہ بتایا کہ چونکہ شہزادی ُنارا‘ تجھ سے دور چلی گئی ہے اس لیے اب تیری موت ٹل گئی۔ اس کے علاوہ۔۔۔‘‘

ُمائی‘ نے اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ ایولس نے بیچ میں کہا،’’مائی، تُو یہ کیا کہہ رہی ہے۔ تُو تو جانتی ہے کہ شہزادی نارا کے بغیر مَیں زندہ نہیں رہ سکتا۔ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ ایسے وقت تُو میری مدد کرے اور اپنے علم کے ذریعے شہزادی نارا کے بارے میں پتہ لگائے۔‘‘

مائی نے کہا،’’بیٹے، تُو یہ کیا کہہ رہا!؟ تقدیر کے ستارے اپنی چال چل چکے۔ اب وہ تیرے پاس کبھی نہیں آئے گی۔ تُو اُسے بھول جا اور اپنے ساتھیوں کی فکر کر۔ اُنہیں تیری ضرورت ہے۔‘‘

مائی کی بات سن کر ایولس اُداس ہوگیا اور اُس نے غمزدہ لہجے میں پوچھا،’’مائی، تجھے سب معلوم ہے۔ سچ سچ بتا کہ شہزادی نارا کہاں ہے؟ اور وہ زندہ بھی ہے یا۔۔۔؟‘‘

مائی کچھ دیر سوچتی رہی پھر اُس نے کہا،’’ستارے۔۔۔ ستاروں نے بتایا کہ اب تُو کبھی اس کی صورت نہیں دیکھ پائے گا۔‘‘

یہ سن کر ایولس غمزدہ ہوگیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مائی نے بچپن میں بھی ایولس کو روتے نہیں دیکھا تھا مگر اپنی محبت کے لیے اُسے پہلی بار روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی

غمزدہ ہوگئی۔ وہ آگے بڑھی اور اُس نے ایولس کو گلے سے لگا لیا۔ اُس نے ایولس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے کہا،’’بیٹے، مَیں مر بھی جاتی مگر تجھے ستاروں کی باتیں نہیں بتاتی۔ مَیں نے تجھے روتے کبھی نہیں دیکھا۔ لیکن تجھے روتا دیکھنے سے تو یہی اچھا ہے کہ مَیں موت کو گلے لگا لوں۔ ٹھیک ہے اب میری بات غور سے سن مَیں تجھے بتاتی ہوں کہ ُشہزادی نارا‘ زندہ ہے۔‘‘

یہ سن کر ایولس خوش ہوگیا اور وہ مائی کے ہاتھوں کو محبت و احترام سے چومنے لگا۔ اُس نے کہا،’’مائی، تُو نے ہمیشہ اپنے بچوں کی مدد کی ہے۔ مجھے یقین تھا کہ تُو اپنے اس بیٹے کی مدد ضرور کرے گی۔ اب مجھے یہ بتا کہ وہ ہے کہاں؟ تا کہ مَیں اُس سے دوبارہ ملاقات کرسکوں۔‘‘

مائی نے کہا،’’بیٹے، اگر مجھے علم ہوتا کہ شہزادی ُنارا‘ کہاں ہے تو مَیں اپنی ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر یقیناً تجھے اُس کا پتہ بتا دیتی۔ مگر میرے بیٹے تُو یقین کر کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے کہ شہزادی ُنارا‘ کہاں ہے۔‘‘

ایولس نے کہا،’’تُو اگر مجھے شہزادی نارا کا پتہ نہیں بتانا چاہتی تو مت بتا مگر تُو جانتی ہے کہ تیرا بیٹا بھی تیری طرح بہت ضدّی ہے۔ مَیں تیری مدد کے بغیر بھی شہزادی نارا کو تلاش کرلوں گا۔‘‘

مائی نے کہا،’’بیٹے مجھے علم ہے کہ تُو بہت ضدّی ہے اور اپنی ضد پوری کرنے کے لیے تُو موت سے ٹکرا سکتا ہے۔ مگر۔۔۔‘‘

ایولس نے پوچھا،’’مگر کیا مائی؟‘‘

مائی نے کہا،’’مَیں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ تُو اپنی یہ ضد چھوڑ دے کیوں کہ اب تُو شہزادی نارا کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔‘‘

ایولس نے کہا،’’مائی، مَیں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں اور شہزادی نارا کو اپنے

دل سے نکال نہیں سکتا۔‘‘

مائی نے کچھ دیر غور کیا اور کہا،’’اچھا تو ٹھیک ہے مَیں تجھے بتاتی ہوں کہ شہزادی نارا کہاں ہے۔ مگر میری ایک شرط ہے۔‘‘

یہ سن کر ایوس خوش ہوگیا۔اُس نے کہا،’’میری پیاری مائی، مجھے معلوم تھا کہ تجھے سب علم رہتا ہے۔اب جلدی سے مجھے بتا کہ شہزادی نارا کہاں ہے۔ مجھے تیری ہر شرط منظور ہے۔‘‘

مائی نے پوچھا،’’ تُو مجھے دھوکہ تو نہیں دے گا؟ کیا تُجھے میری شرط منظور ہے؟ اگر ایسا ہے تو پہلے مجھ سے وعدہ کر کہ تُو میری ایک خواہش پوری کرے گا۔‘‘

ایوس نے جوش بھرے لہجے میں کہا،’’میری مائی کیا مَیں تجھے دھوکہ دے سکتا ہوں؟ نہیں۔ بالکل نہیں۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ مَیں تیری ہر خواہش پوری کروں گا مگر پہلے مجھے شہزادی نارا کا پتہ بتا دے۔‘‘

مائی نے کہا،’’اچھا ٹھیک ہے،غور سے سن شہزادی نارا کی قسمت اُسے اسی جزیرے کے گھنے اور تاریک جنگل میں لے گئی ہے۔اور اب وہ وہیں رہے گی۔‘‘

یہ سن کر ایوس خوش ہوگیا اور اس نے مائی سے کہا،’’مائی تُو نے اپنے بیٹوں کی خوب مدد کی ہے۔آج تُو نے اپنے بیٹے کی وہ خواہش پوری کی ہے جسے تیرے سوا کوئی پورا نہیں کر سکتا تھا۔‘‘

مائی نے کہا،’’ایوس، تُو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تُو میری بھی ایک شرط اور ایک خواہش پوری کرے گا۔‘‘

ایوس نے کہا،’’ آج تیرا بیٹا بہت خوش ہے اور اپنے وعدے سے پھرے گا نہیں۔ مانگ لے تیرا یہ بیٹا آج تیری ہر خواہش پوری کرے گا۔‘‘

مائی نے کہا،’’میری خواہش ہے کہ تُو شہزادی نارا کو تلاش مت کر اور اُسے بھول جا۔‘‘

مائی کی بات سن کر ایوس غمگین ہوگیا۔اُس نے اُداس لہجے میں مائی سے کہا،’’مائی یہ تُو کیا کہہ رہی ہے۔مَیں شہزادی نارا کے بغیر کیسے رہ سکوں گا؟ مَیں جانتا ہوں کہ تُو شہزادی نارا کو پسند نہیں کرتی۔مگر شہزادی نارا اب میری بیوی ہے اور مَیں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ کیا تُو اپنے بیٹے کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتی؟ مجھے یقین ہے کہ تجھے شہزادی نارا کا پتہ معلوم ہے۔ مَیں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے میری خوشیاں مت چھین۔‘‘

مائی نے کہا،’’ بیٹے، یقین کر مجھے اپنے بیٹوں سے بے حد محبت ہے اور مَیں ان سب کو اور تجھے مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔تیری اور ان کی مدد کرنا اور ان کی حفاظت کرنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔اس لیے مَیں تجھ سے التجا کرتی ہوں کہ تُو اپنی خوشی کے لیے ان کی قربانیاں مت دے اور انہیں نقصان مت پہنچا۔‘‘

ایوس نے حیرانی سے کہا،’’مائی، تُو یہ کیسی بات کر رہی ہے؟ یہ سب میرے بھائی ہیں اور آخر مَیں انہیں کیوں نقصان پہنچاؤں گا؟‘‘

مائی نے کہا،’’ بیٹے، کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ میرا کہا نہ ماننے کی وجہ سے اور شہزادی نارا کو اپنی بیوی بنا کر جہاز میں رکھنے کی وجہ سے آج تیرا اور تیرے ان سب بھائیوں کا کتنا بھاری اور زبردست نقصان ہوگیا ہے۔کیا تُو نہیں جانتا کہ شہزادی نارا کی وجہ سے آج تُو اور تیرے بھائی نہ صرف زندگی بھر کی کمائی ہوئی دولت سے ہاتھ دھو چکے ہیں بلکہ اپنا جہاز بھی کھو چکے ہیں؟ مَیں تجھ سے پھر کہتی ہوں کہ اگر تُو نے شہزادی نارا کو تلاش کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔‘‘

ایوس نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا،’’ تو کیا مائی؟‘‘

مائی نے کہا،" بیٹے، تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو نے ایسا کیا تو تیرے سارے ساتھی مارے جائیں گے۔ تیری ایک نادانی اور ایک ضد کی وجہ سے سب لٹیرے تجھ پر قربان ہو جائیں گے۔ مگر یقین کر کہ آخر تک تجھے شہزادی نارا نہیں ملے گی۔"

مائی کی یہ بات سن کر ایوس کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا،" مگر مائی میرے دل میں ایک خواہش ہے کہ مَیں شہزادی نارا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لوں۔ اسی لیے مَیں اُس سے آخری ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ مائی کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ مَیں آخری بار اُس سے ملاقات کرلوں۔"

مائی کچھ دیر سوچتی رہی پھر اُس نے کہا،" شہزادی نارا سے ملاقات اب تیری قسمت میں نہیں ہے اور نہ ہی شہزادی نارا کی قسمت ہے کہ وہ تجھ سے ملاقات کرسکے۔ مگر مجھے یہ علم ہے کہ تُو کسی اور کی قسمت کی وجہ سے اُس سے ملاقات کرسکے گا۔"

ایوس نے پوچھا،" مائی تُو مجھے جلدی بتا کہ کس کی قسمت کی وجہ سے میری شہزادی مجھے مل سکتی ہے؟"

مائی کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر اُس نے کہا،" مَیں مجبور ہوں بیٹے، مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون ہے جس کی قسمت تجھے شہزادی نارا سے ملائے گی۔"

یہ سن کر ایوس، مائی کے قدموں میں بیٹھ گیا اور اُس نے مائی کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،" مائی، تجھے سب کچھ معلوم ہے۔ تُو نے اپنے بیٹوں کو کبھی مایوس نہیں کیا ہے۔ اپنے اس بیٹے کی یہ آخری خواہش بھی پوری کردے۔"

ایوس کو اپنے آگے گڑگڑاتا دیکھ کر مائی کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ اُس نے ایوس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،" بیٹے، کیا تُو اپنی مائی پر یقین نہیں کرتا؟ بیٹے مَیں نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ اس پُراسرار جزیرے پر قدم رکھتے ہی میری جادوئی طاقتیں کمزور

پڑگئی ہیں۔ مَیں نے اپنے علم کو آزمایا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ وہ کون ہے جس کی قسمت تجھے شہزادی نارا کے پاس لے کر جائے گی مگر میرا علم اُس کے بارے میں کچھ بھی معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ میرے بیٹے، تُو میرا یقین کر۔ اگر مَیں جانتی کہ وہ کون ہے تو مَیں تجھے ایسے تڑپنے نہیں دیتی۔"

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایوس کا ایک وفادار ساتھی، جس کا نام 'تبروک' تھا، اچانک خیمے میں داخل ہوا۔ ایوس نے دیکھا کہ 'تبروک' سر سے پاؤں تک خون میں لت پت ہے اور تھر تھر کانپ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ کھڑا ہوگیا اور اُس نے پوچھا،" تبروک، آخر یہ سب کیا ہے؟"

تبروک نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،" سردار، ہم کچھ ساتھی اپنے دوست 'میرس' کے ساتھ شہزادی نارا کو گھنے جنگل میں تلاش کر رہے تھے۔ اچانک کسی طرف سے خونخوار جنگلی کتّوں کا جھنڈ آیا اور اُنھوں نے اپنے نکیلے ناخنوں اور دانتوں سے ہم پر حملہ کردیا۔ ہم نے بہادری سے اُن کا مقابلہ کیا اور اُن میں سے کچھ کو مار ڈالا اور کچھ کو اتنا زخمی کردیا کہ وہ فرار ہوگئے۔"

ایوس نے خوش ہو کر کہا،" یہ تو بہت اچھی خبر سنائی۔ تم سب نے بہت بہادری کا کارنامہ انجام دیا۔"

تبروک نے کہا،" مگر سردار۔۔۔"

ایوس نے پوچھا،" مگر کیا تبروک؟"

تبروک نے اپنی گردن جھکالی اور اُس نے درد بھرے لہجے میں کہا،" سردار، اس مقابلے میں 'میرس' اور دو ساتھی مارے گئے۔"

تبروک کی بات سن کر ایوس غمزدہ ہوگیا۔ کچھ دیر تک وہ افسوس کرتا رہا اور پھر اُس نے پوچھا،" میرس کی لاش کہاں ہے۔"

تبروک نے کہا،" سردار۔۔۔وہ۔۔۔"

ایولس نے کہا،"کمبخت وہ کیا؟"

تبروک نے کہا،"سردار۔۔۔اس مقابلے کے بعد ہم جنگل میں نہیں رُکے۔"

یہ سن کر ایولس غصّے میں آ گیا اور اُس نے کہا،"مطلب یہ کہ تم ڈر کر جنگل سے بھاگ آئے۔لعنت ہو تم پر۔"

اس سے پہلے کہ ایولس اور کچھ کہتا، مائی نے ایولس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا،

"بیٹے ایولس، دیکھ لے اپنی ضد کا نتیجہ۔مَیں نے تجھے آگاہ کیا تھا کہ تُو شہزادی نارا کو تلاش مت کر ورنہ اپنے بھائیوں کو ایک کے بعد ایک کھوتا چلا جائے گا۔ایک وقت ایسا آئے گا کہ نہ تو تجھے شہزادی ملے گی اور نہ ہی تیرے پاس تیرے بھائی رہیں گے۔"

یہ سن کر ایولس رونے لگا۔اُسے روتا ہوا دیکھ کر مائی نے کہا،"میرے بیٹے صبر کر، مَیں نے تیرے لیے کچھ سوچ رکھا ہے۔میری موت قریب ہے مگر مرنے سے پہلے مَیں اپنا علم تجھے سکھا دوں گی۔میرے بعد تُو اپنے وفادار بھائیوں اور جانثار دوستوں کا رہبر بنے گا۔تُو حوصلہ مت ہار۔اپنے دل سے شہزادی نارا کا خیال نکال دے اور مَیں جیسا کہتی ہوں کرتا جا۔ اگر تُو نے میرا کہا مانا تو تُو اپنی کھوئی ہوئی دولت اور عزّت دوبارہ حاصل کر لے گا اور۔۔۔"

ایولس نے پوچھا،"اور کیا مائی؟"

مائی نے کہا،"اور ہو سکتا ہے اس طرح تُو اپنی شہزادی سے بھی دوبارہ ملاقات کر سکے۔"

مائی کی بات سن ایولس خوش ہو گیا۔اُس نے کہا،"ٹھیک ہے مائی تُو جیسا کہتی ہے مَیں ویسا ہی کروں گا۔"

ایولس کی بات سن کر مائی خوش ہو گئی۔اُس نے ایولس کو گلے سے لگا لیا۔مائی نے ایولس سے کہا،"بیٹے ہم نے اپنی کشتی میں دنیا جہان کی دولت یہ سوچ کر اکٹھا کی تھی کہ ہم سب اپنی بقیہ زندگی کہیں آرام و سکون سے گزار سکیں گے۔اِس مقصد سے ہم اس جزیرے پر

اُترے بھی تھے۔مگر قسمت نے ہمارا ساتھ نہیں دیا اور یہاں پہنچنے کے بعد ہم اپنے جہاز اور خزانے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔اب ہمارے پاس اس جزیرے سے جانے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔مگر ہمارے پاس ہمارا حوصلہ ہے اور ہم میں حالات سے لڑنے کی طاقت بھی ہے۔یہی بہتر ہے کہ ہم آج اپنی اپنی تھکن اُتاریں اور کل صبح نئے جوش اور عزم سے اپنا مستقبل سنوارنے کی دوبارہ شروعات کریں۔"

ایولس نے مائی کا مشورہ قبول کر لیا۔اس کے بعد مائی اپنے خیمے میں آ گئی مگر وہ سوئی نہیں بلکہ اپنے بستر پر بیٹھ کر طلسمی کلمات کا وظیفہ کرنے لگی۔اچانک اس کے کانوں میں کسی نے سرگوشی کی۔وہ چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔مگر اُسے کوئی نظر نہیں آیا۔وہ دوبارہ آنکھیں موند کر وظیفے کا ورد کرنے لگی۔کچھ دیر بعد پھر اُس کے کانوں میں کسی نے سرگوشی کی۔مگر اس مرتبہ اُس نے آنکھیں نہیں کھولیں بلکہ وہ سرگوشی کے الفاظ غور سے سننے لگی۔

مائی کے مشورے کے مطابق ایولس بستر پر لیٹ تو گیا تھا مگر نیند اُس کی نظروں سے دور تھی۔وہ اپنے بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتے ہوئے کسی نئی مصیبت کا انتظار کرتا رہا۔رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی اور آخر دن نکلنے لگا۔ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اُسے تھپکیاں دینے لگے اور وہ سو گیا۔ادھر مائی کے کانوں میں ہونے والی سرگوشیاں بھی ختم ہو چکی تھیں۔یہ سرگوشیاں ایسی ہی تھیں جنھوں نے مائی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک بھر دی تھی۔وہ اپنے بستر سے اُٹھی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی 'ایولس' کے خیمے میں آئی۔اُس نے جب ایولس کو سوتے ہوئے دیکھا تو وہ چپکے سے خیمے سے باہر نکل گئی۔وہ چاہتی تھی کہ اُس کا پیارا بیٹا اپنی نیند پوری کر لے اور تر و تازہ ہو جائے۔کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ ابھی ایولس کو بہت محنت کرنی ہے اور ایک بڑا کارنامہ انجام دینا ہے۔جسے انسانی تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔مگر اُسے ایک فکر تھی وہ یہ کہ آخر وہ کون ہے جو شہزادی نارا اور ایولس کو ایک دوسرے سے ملائے گا۔

O

جب جہاز انجانے جزیرے کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تھا تب سب لٹیرے 'ایولس' کے حکم سے جزیرے کے ساحل پر سامان لے کر اُتر گئے تھے۔شہزادی نارا کے کمرے میں آ کر ایک لڑکی نے اُسے بتایا تھا کہ 'سردار ایولس' نے اُسے بھی جزیرے کے ساحل پر ایک خاص خیمے میں قیام کرنے کے لیے کہا ہے۔اُس نے لڑکی سے کہا تھا"تم چلو،مَیں کچھ سامان ساتھ لے کر ابھی آتی ہوں۔"

یہ سن کر وہ لڑکی چلی گئی تھی۔'ایولس' نے نہ صرف شہزادی نارا کا جہاز لوٹا تھا بلکہ اُس نے شہزادی نارا کے غرور اور ضد کو بھی چور چور کر دیا تھا۔شہزادی کے دل میں لٹیرے 'ایولس' کے خلاف لاوا اُبل رہا تھا۔وہ 'ایولس' کو قتل کر دینا چاہتی تھی۔جس طرح 'ایولس' نے اُسے لوٹا اور برباد کیا تھا،وہ بھی اُسے برباد کر دینا چاہتی تھی۔مگر لٹیروں کے درمیان پھنسی ہوئی تھی۔وہ مجبور تھی اور کسی موقعے کی تلاش میں بھی۔وہ سوچنے لگی کہ آخر وہ کس طرح 'ایولس' سے بدلہ لے۔یہی سوچتے ہوئے وہ جہاز کے کمرے سے باہر آئی۔اُس نے دیکھا کہ جہاز پر کوئی نہیں تھا بلکہ سب لٹیرے ساحل پر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔اُنھیں شاید یہی گمان تھا کہ شہزادی نارا کہیں فرار نہیں ہو سکتی۔مگر اُنھیں علم نہیں تھا کہ 'شہزادی نارا' بھی 'ایولس' کی طرح ہی ضدّی تھی اور اپنا مقصد پانے کے لیے کبھی بھی کچھ بھی کر سکتی تھی۔اچانک شہزادی کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے اُس پر عمل کرنے لگی۔وہ دوبارہ 'ایولس' کے کمرے

میں آئی۔اُس نے جلتی ہوئی قندیل،بستر پر توڑ دی۔قندیل کے ٹوٹتے ہی آگ پورے بستر پر پھیل گئی۔اس کے بعد وہ باہر آئی اور اُس نے ایک ڈونگی (چھوٹی سی یک نفری کشتی) پانی میں اُتاری اور اُس میں بیٹھ کر چپّو سنبھال لیا۔اب وہ ڈونگی میں کھلے سمندر کی طرف تیزی سے چلی جا رہی تھی۔

دوپہر ہو چکی تھی اور اب شہزادی نارا لٹیروں کے جہاز سے بہت دور آ چکی تھی۔چپّو چلاتے چلاتے اُس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔وہ بہت تھک چکی تھی۔اُس کے ہاتھ چپّو پر سست ہوئے تو پانی کی تیز لہریں اُس کی ناؤ کو ساحل کی طرف دھکیلنے لگیں۔وہ چاہتی تھی کہ ساحل سے دور ہی رہے مگر وہ کھلے سمندر میں جاتی بھی تو کہاں؟ اُس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا۔شدید تھکن کے ساتھ اُسے بھوک کا بھی احساس ہو رہا تھا۔آخر اُس نے اپنی ناؤ کو سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیا۔کچھ دیر بعد ناؤ اُسے،جزیرے کے ساحل کے ایک دور دراز حصّے کی طرف لے گئی۔شہزادی ناؤ سے اُتری تو کچھ ہی دور پر اُسے موٹے تنوں والے درختوں کا گھنا جنگل نظر آیا۔اُسے بھوک لگی تھی اس لیے وہ پھل دار درخت تلاش کرنے لگی تا کہ اپنی بھوک مٹا سکے۔اسی تلاش میں وہ گھنے جنگل میں داخل ہو گئی۔یہ جنگل اتنا گھنا تھا کہ یہاں راستہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔شہزادی نارا گھنے درختوں کے موٹے تنوں کے درمیان سے بڑی مشکل سے نکل پاتی۔کبھی تو اچانک کسی درخت کا تنہ بالکل سامنے آ جاتا تب وہ دائیں یا بائیں طرف کے تنوں کے درمیان سے داخل ہو جاتی۔اُس کے پیروں کے نیچے اکثر درختوں کی جڑیں ہی ہوتیں اور کبھی کبھی ہی اُس کے پیر زمین پر پڑتے تھے۔آخر کار ایک جگہ اُسے اپنے مطلب کی چیز مل گئی۔اُس نے ایک درخت کے تنے پر چڑھی ہوئی بیلوں سے بیر کے جیسے نظر آنے والے کچھ پھل توڑے اور اُنھیں چکھا۔مگر یہ بیر جیسے کھٹّے میٹھے نہیں بلکہ کسیلے اور

چھپے تھے۔ ان کو کھاتے ہی شہزادی نارا کو اُبکائیاں آنے لگیں۔ اچانک اُسے خیال آیا کہ اس گھنے جنگل میں آلو، شکر قند اور شلجم بھی تو مل سکتے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی وہ زمین کے چھوٹے چھوٹے پودوں کو اُکھاڑنے لگی۔ وہ بڑے پتّوں والے پودے اُکھاڑتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ اچانک اُسے احساس ہوا کہ وہ وہاں اکیلی نہیں اور کوئی اُسے دیکھ رہا ہے۔ اُس نے چونک کر چاروں طرف دیکھا مگر اُسے کوئی نظر نہیں آیا۔ اُس نے سوچا کہ کہیں لٹیرے ایوس کے ساتھیوں نے اُسے تلاش تو نہیں کر لیا! پھر خیال آیا کہ ہو سکتا ہے اس گھنے جنگل کا کوئی خونخوار جانور اُس پر حملہ کرنے کی تاک میں ہو۔ یہ خیال آتے ہی وہ بہت ڈر گئی اور گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ کچھ ہی دور پر درختوں کے تنوں کے پیچھے سے سرسراہٹ ہوئی۔ وہ چونک کر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس دہشت ناک حالت میں شہزادی نارا کے ذہن نے اُسے چوکنّا کر دیا اور اُسے خیال آیا کہ اپنی حفاظت کے لیے اُس کے پاس بھی کوئی چیز ہونی چاہیے۔ یہ خیال آتے ہی وہ اپنی حفاظت کے لیے لکڑی کا ٹکڑا تلاش کرنے لگی۔ اب شہزادی نارا کو اس بات کا احساس ہوا کہ دوپہر ہوتے ہوئے بھی گھنے درختوں کی وجہ سے جنگل میں شام کا ماحول نظر آ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اُسے اپنی حفاظت کے لیے کوئی چیز نہیں مل رہی تھی۔ شہزادی نارا نے جہاں سے سرسراہٹ سنی تھی اُنھیں درختوں کے تنوں کے پیچھے سے اچانک ایک سیاہ رنگ کا جنگلی کتّا غرّاتا ہوا اور اپنی رال ٹپکاتا ہوا نکلا۔

یہ کتّا عام کتّوں سے دوگنا بڑا تھا اور اس کی آنکھیں بھی سرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اُس کی نظریں شہزادی نارا پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ شہزادی پر حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا تھا۔ شہزادی نارا ایک بہادر لڑکی تھی مگر اس خوفناک بلا کو اچانک اپنے سامنے دیکھ

کر وہ بھی گھبرا گئی۔ شہزادی نارا کے لیے اب وہاں سے بھاگ جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ جنگلی کتّا جیسے ہی چھلانگ لگانے کے لیے جھکا، شہزادی نارا وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ کتّا بھی شہزادی کے پیچھے تیزی سے لپکا۔ دونوں کے دوڑنے کی وجہ سے گھنے جنگل کے اس حصّے میں ہلچل مچ گئی تھی۔ شہزادی اپنی پوری طاقت سے دوڑ رہی تھی اس لیے بہت جلد ہی اُس کی سانس پھولنے لگی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اُس کا دَم نکل جائے گا۔ اچانک اُسے چکر آیا اور وہ زمین پر گر پڑی۔

وہ اپنے کانپتے ہاتھوں کی مدد سے زمین سے اُٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اُس کا سینہ دھونکنی کی طرح پھول اور پچک رہا تھا۔ اچانک اپنے پیچھے اُسے غرّاہٹ سنائی دی۔ وہ چونک کر پلٹی۔ اُس نے دیکھا کہ کچھ دور پر وہی کتّا اپنے خوفناک دانت باہر نکالے اپنی تیز نظروں سے اُسے گھور رہا ہے۔ دوڑنے کی وجہ سے شہزادی تو بُری طرح ہانپ رہی تھی مگر جنگلی کتّے کے لیے شاید یہ ایک کھیل تھا اور وہ اپنے شکار کو خوفزدہ اور بے بس دیکھ کر تسکین حاصل کر رہا تھا۔ شہزادی اپنی طاقت جمع کر کے کھڑی ہوئی اور دوبارہ بھاگی مگر اس مرتبہ اُس کی رفتار پہلے سے بہت کم تھی۔ آخر ایک جگہ کتّے نے شہزادی پر چھلانگ لگائی اُس نے شہزادی کی گردن میں اپنے نوکیلے دانت پیوست کرنے کی کوشش کی مگر شہزادی اُس کے بوجھ کی وجہ سے زمین پر گر پڑی جس کی وجہ سے کتّے کے دانت شہزادی کے نرم اور ملائم کاندھے میں گڑے۔ درد کی وجہ سے شہزادی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ دونوں ایک ساتھ زمین پر گرے جس کی وجہ سے کتّے کے دانت شہزادی کے کاندھے سے نکل گئے۔ اُسی کے ساتھ شہزادی کے کاندھے سے خون کا فوارہ نکلا۔ کتّا تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دانتوں میں لگے ہوئے شہزادی کے خون کا مزہ لینے لگا۔ اب اُس کی نظریں شہزادی کی نازک اور ملائم

گردن پر تھی۔ شہزادی بھی کراہتی ہوئی جلدی سے اُٹھ بیٹھی اور اُس نے فوراً اپنا ہاتھ زخم پر رکھا۔

وہ اپنے ملک کی دلیر شہزادی تھی اور اُس کی ضدّی طبیعت تو ملک بھر میں مشہور تھی۔ لوگ اُس کی دلیری اور ہمت کی مثالیں دیا کرتے تھے۔ دوڑنے کی وجہ سے وہ بہت زیادہ تھک چکی تھی، اب زخمی بھی تھی اور موت سامنے ہی کھڑی تھی اس کے باوجود اُس کی ضدّی طبیعت نے اُسے حوصلہ دیا کہ وہ اتنی آسانی سے شکست تسلیم نہ کرے بلکہ اپنے بچاؤ کے لیے آخری کوشش ضرور کرے۔ اُس کی نظریں کتّے کی نظروں سے مقابلہ کر رہی تھیں اور اُسے یقین دِلا رہی تھیں کہ وہ آسان شکار نہیں ہے۔ کتّا آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھنے لگا تو شہزادی بھی پیچھے کھسکنے لگی۔ اچانک اُس کی پیٹھ کسی درخت کے تنے سے ٹکرائی۔ اب اُسے اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا اور کتّا بھی اُس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ مگر شہزادی کی آنکھوں میں موت کا خوف نہیں تھا۔ کتّا اپنے شکار پر آخری حملہ کرنے کے لیے بے تاب تھا کہ اچانک چاروں طرف سے شور اُٹھا۔ یہ شور جنگلی کتّوں کے بھونکنے کا تھا۔

شاید شہزادی کی چیخ نے جنگل کے سارے کتّوں کو ادھر متوجہ کرلیا تھا اور وہ ادھر ہی آرہے تھے۔ شکاری کتّا بھی چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اب وہ چاہتا تھا کہ دوسرے کتّوں کے پہنچنے سے پہلے اپنے شکار کو مار ڈالے اور کہیں دور لے جا کر آرام و اطمینان سے اُس کا نرم و ملائم گوشت اور ہڈیاں اپنے دانتوں سے چبائے۔ اُس نے شہزادی کی گردن دبوچنے کے لیے اپنا منہ کھولا۔ شہزادی یہ خوفناک منظر دیکھنا نہیں چاہتی تھی اس لیے اُس نے آنکھیں موند لیں۔ کُتّے نے موقع دیکھا تو اُس نے اپنے نکیلے دانتوں سے شہزادی کی گردن دبوچنی چاہی۔ مگر اُسی وقت شہزادی نے آنکھیں کھول دیں تو اُس کی نظروں کے سامنے کتّے کے نکیلے دانت لہرائے۔ انھیں دیکھ کر شہزادی کی چیخ نکل گئی۔ اسی کے ساتھ شہزادی بے ساختہ

دائیں جانب جھک گئی جس کی وجہ سے کتّے کے نکیلے دانت شہزادی کی گردن کی بجائے بائیں کاندھے میں پیوست ہو گئے اور شہزادی کے حلق سے دوسری چیخ نکل گئی۔ درد کی وجہ سے بے قراری اور بے اختیاری میں شہزادی نے کتّے کا منہ پکڑ لیا اور اُسے پیچھے ڈھکیلنے لگی۔ مگر کتّا اپنے شکار کو کسی طرح بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اتفاقاً شہزادی کا ایک ہاتھ کتّے کی آنکھ پر پڑا۔ شہزادی کو ایک تدبیر سوجھی اور اُس نے اپنی اُنگلیاں کتّے کی آنکھوں میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ جب کتّے کی آنکھوں میں درد کی لہر اُٹھی تو اُس نے چیں چیں کی آواز نکالتے ہوئے شہزادی کو چھوڑ دیا۔ جب نکیلے دانت شہزادی کے کاندھوں سے باہر آئے تو دانتوں کے بنائے ہوئے سوراخوں سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ اس مرتبہ بھی شہزادی کی چیخ نکل گئی۔ وہ دونوں جس درخت کے نیچے تھے اچانک اُس درخت پر شور اُٹھا اور ایک کہرام سا مچ گیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے درخت پر بہت سارے بندر اُچھل کود کر رہے ہوں۔ یہ شور سن کر کتّا چونک اُٹھا اور اُوپر دیکھنے لگا۔

شہزادی نے بھی شور سنا اور کراہتے ہوئے سوچنے لگی شاید اب کوئی نئی مصیبت آنے والی ہے۔ وہ کاندھے سے نکلنے والے اپنے ہی خون سے لت پت ہو رہی تھی۔ کاندھے کے درد کی وجہ سے اُس پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ اُس کی ادھ کھلی آنکھوں نے دیکھا کہ لال بالوں والے بہت سارے چھوٹے چھوٹے بندر درخت پر سے اُتر آئے۔ اُن کے پنجوں میں پتلی پتلی شاخیں تھیں۔ اُنھیں دیکھ کر کتّا غرّاتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ اُسے پیچھے ہٹتا دیکھ کر کچھ بندر، شہزادی اور کتّے کے درمیان آکر کھڑے ہو گئے۔ وہ تیزی سے شاخیں ہلانے لگے اور پھر اُنھوں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ اُن کی اس حرکت کی وجہ سے کتّا غرّاتا ہوا پیچھے کھسکتا جا رہا تھا۔ اتنے میں وہاں، بہت سارے دوسرے جنگلی کتّے بھی آ پہنچے۔ شاید اُنھوں

نے بھی بندروں کا شور سن لیا تھا۔ دوسرے جنگلی کُتّوں کو قریب دیکھ کر پہلے والے کتے کو حوصلہ ملا اور وہ بندروں پر جھپٹ پڑا۔ دوسرے کتّوں نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ منظر شہزادی نہیں دیکھ سکی کیوں کہ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ بندروں نے جب بہت سارے کتّے دیکھے تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے اُچھلتے اور کودتے ہوئے درخت پر چڑھنے لگے۔ کچھ بندروں نے اپنے پنجوں سے شہزادی کے ہاتھ پکڑے، کچھ نے ٹانگیں اور کچھ بندروں نے پیٹھ اور کمر پکڑلی۔ اس سے پہلے کہ کتّے اُسے شکار کرتے وہ شہزادی کو کھینچ کر اپنے ساتھ درخت کی اونچی شاخوں پر لے گئے۔

O

اپنے خیمے میں سردار ایولس کی آنکھ کھلی تو اُس نے دیکھا کہ اُس کے بستر کے قریب ہی ’مائی‘ بیٹھی ہے۔ وہ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ بیٹھا۔ اُس نے دیکھا کہ بہت دنوں کے بعد ’مائی‘ کا چہرہ کھلا کھلا نظر آرہا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ کوئی خوش خبری تھی۔ اُس کے دل نے کہا، ”کاش یہ خوش خبری شہزادی نارا سے متعلق ہو۔“ مگر اچانک اُس کے ذہن میں پچھلی رات کے واقعات تیزی سے گردش کر گئے اور ان کے پس منظر میں ’مائی‘ کی پیشین گوئی سنائی دے رہی تھی کہ ”بیٹے ایولس، دیکھ لے اپنی ضد کا نتیجہ۔ مَیں نے تجھے آگاہ کیا تھا کہ تُو شہزادی نارا کو تلاش مت کرنا ورنہ تُو اپنے بھائیوں کو ایک کے بعد ایک کھوتا چلا جائے گا۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ نہ تو تجھے شہزادی ملے گی اور نہ ہی تیرے پاس اپنے بھائی رہیں گے۔“

پچھلی رات کی باتیں یاد کر کے وہ اُداس ہوگیا مگر اُس نے اپنا غم چھپاتے ہوئے مسکرا کر مائی سے کہا، ”مائی، کیا بات ہے! آج تُو بہت خوش نظر آرہی ہے؟“

مائی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، ”بیٹے، مَیں جانتی ہوں کہ تُو شہزادی نارا بہت حسین ہے اور تُو اُس کے علاوہ کسی کو اپنی دلہن نہیں بنائے گا۔ مگر بیٹے، تُو فی الحال اُسے بھول کر اپنے شاندار مستقبل کے لیے محنت کر۔ مَیں تجھے بتاتی ہوں کہ تجھے آگے کیا کرنا ہے۔ کل ہواؤں نے میرے کان میں سرگوشی کی اور اُنھوں نے بتایا کہ اس جزیرے نے تیرے اور تیرے ساتھیوں کو یہاں آرام وسکون سے گزر بسر کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اب اُن

کی زندگیوں کو جنگلی جانوروں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس جزیرے نے جنگل اور جنگلی جانوروں سے معاہدہ کرلیا ہے کہ آج سے تیرے اور تیرے ساتھیوں کے خیموں سے لے کر جنگل میں ہزار قدم تک تیری حکمرانی ہوگی۔ جب کہ ہزار قدم کے بعد کا علاقہ جنگلی جانوروں کے قبضے میں رہے گا۔ اب تُو اُٹھ اور اپنے ساتھیوں کو یہ خوش خبری دیدے۔ اس کے علاوہ اُنھیں بتادے کہ جنگل میں ہزار قدم تک اُنھیں پیٹ بھرنے کے لیے میٹھے اور تازہ پھل، شہد، چراغ جلانے کے لیے موم، لکڑیاں، کپڑوں کے لیے جنگلی جانوروں کی کھالیں اور جڑی بوٹیاں وغیرہ آسانی سے مل جائیں گی۔ تُو اُن سے کہہ دے کہ اب وہ بلا خوف و خطر یہاں جس طرح چاہیں اپنی زندگیاں گزاریں۔ اس کے بعد تُو غسل کر کے میرے خیمے میں آ۔ مَیں تجھے اس دنیا کے بہت سے راز بتاتی ہوں۔‘‘

اتنا کہہ کر ’مائی‘ وہاں سے چلی گئی۔ ایلس سوچنے لگا کہ آخر ’مائی‘ کو یہ علم کہاں سے حاصل ہوا ہوگا۔ وہ ’مائی‘ کی طاقتوں کو جانتا تھا۔ وہ ان طاقتوں کو بارہا آزما چکا تھا۔ خیر اُسے ان طاقتوں سے کیا لینا تھا، اُس کا دل و دماغ ’شہزادی نارا‘ کے حسن کا دیوانہ تھا۔ ایک بار پھر شہزادی نارا کا خوبصورت چہرہ اُس کے خیالوں میں گردش کرنے لگا اور اُس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی۔ مسکراتے ہوئے وہ غسل کرنے کے لیے خیمے سے نکل کر سمندر کی طرف بڑھا۔ سمندر کے ٹھنڈے پانی سے اُس نے غسل کیا اور خیمے میں لوٹ کر کچھ پھل کھائے۔ پھل کھا کر وہ تازہ دَم ہوگیا۔ اب اُس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ اپنے دوست اور جاں نثار ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے کیا کہے۔ اپنے ذہن میں اپنے الفاظ کو تولنے کے بعد وہ مطمئن انداز میں خیمے سے باہر آیا۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کے بہادر ساتھی اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ ’ایلس‘ نے اُنھیں ایک ایک کا نام لے کر پکارا۔ اُس کی خوشی

اور جوش سے بھری پکار سن کر اُس کے تمام ساتھی اُس کے پاس آئے اور اُسے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر چند لمحے ’ایلس‘ نے اُن سب کو محبت بھری نظروں سے دیکھا پھر اُس نے کہا، ’’ساتھیو، مَیں ایلس تمہارا سردار نہیں بلکہ تمہارا خادم ہوں اور یقین رکھو کہ مَیں مرتے دم تک تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا اور تمہاری حفاظت کی کوشش کرتا رہوں گا۔ میرے عزیز دوستو، مَیں تم پر اپنی جان قربان کردوں گا۔‘‘

ایلس کے یہ الفاظ سن کر اُس کے ساتھی ’ایلس زندہ باد‘، ’ہمارا سردار زندہ باد‘ کے جوش بھرے نعرے لگانے لگے۔ ’ایلس‘ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے تو سب خاموش ہو گئے۔ ’ایلس‘ نے کہا، ’’دوستو، خدا ہم پر مہربان ہے کیوں کہ اس نے ہم پر آج بھی ’بزرگ مائی‘ کا سایہ قائم رکھا ہے۔ ’مائی‘ نے اپنے بچوں کو کبھی مایوس اور غمزدہ نہیں رہنے دیا۔ مائی کے مشورے پر ہم آج تک اپنا سَر اُٹھا کر جیتے رہے۔ ہم نے اپنے بازوؤں کی قوت سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اُنھیں شکست دی۔ آج ہمارا سب کچھ ہم سے چھن چکا ہے اس کے باوجود خدا ہم پر مہربان ہے کہ اُس نے ہمارا حوصلہ، ہماری طاقت ہم سے نہیں چھینی۔ اُس نے ہمیں دوبارہ محنت و مشقّت سے اور اپنے بازوؤں کی طاقت سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا حوصلہ بخشا ہے۔ دوستو، ہم میں ہمت اور حوصلے کی کمی نہیں ہے۔ ہم دوبارہ اپنا سرمایہ حاصل کرسکتے ہیں۔ اس کے باوجود اُس نے ہمیں چند آسانیاں دے دی ہیں۔ ’مائی‘ نے مجھے بتایا کہ خدا نے یہاں سے جنگل میں ہزار قدم کی دوری تک کی زمین پر ہمیں حکمرانی سونپی ہے۔ ہم جو چاہیں جتنا چاہیں جنگل سے لے سکتے ہیں۔ ہمیں کوئی جنگلی جانور نقصان نہیں پہنچائے گا۔‘‘

یہ خوش خبری سن کر ایلس کے ساتھی بہت خوش ہوئے اور وہ جوش و خروش سے ’مائی زندہ باد‘ کے نعرے لگانے لگے۔ ’ایلس‘ نے کہا، ’’بے شک، مائی نے ایسے سخت اور مشکل

حالات میں بھی ہماری مدد کی۔ اُس نے ہمارا حوصلہ بنائے رکھا۔ اُس نے ہمیں اکیلا نہیں چھوڑا۔ یہاں ہماری زندگیاں محفوظ ہیں۔ ہم آرام اور اطمینان سے یہاں گزر بسر کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں محنت کرنی پڑے گی۔ اس محنت کی شروعات تمہارا بھائی 'اویس' کرے گا۔ 'مائی' نے کہا ہے کہ اب وہ بوڑھی ہو چکی ہے۔ نجانے کب موت اُسے ہمارے درمیان سے اُڑا لے جائے۔ اس لیے 'مائی' کے حکم پر مَیں اُس کے ساتھ کچھ عرصہ گزاروں گا اور محنت و ریاضت کر کے وہ علم حاصل کروں گا جو مستقبل میں ہمارے کام آئے گا۔ اب تم سب مجھے اجازت دو کہ مَیں کچھ عرصہ کے لیے تم سب سے جُدا رہوں۔"

اویس کی یہ باتیں سن کر اُس کے ساتھی افسردہ ہو گئے۔ اُنھیں اُداس دیکھ کر اویس نے کہا "تمہاری مدد کے لیے مَیں اپنے منہ بولے بھائی 'تبروک' کا انتخاب کرتا ہوں، جو میری طرح حکمت اور طاقت والا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہر طرح سے تم سب کی مدد کرے گا۔"

اتنا کہہ کر اُس نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر 'تبروک' کے پاس پہنچا۔ 'تبروک' نے کہا "مگر سردار۔۔۔" اویس نے کہا "میرے بھائی، تبروک کیا تُو یہ ذمہ داری لے کر اپنے بھائی کی مدد نہیں کرنا چاہے گا!؟" اویس کے یہ الفاظ سن کر تبروک نے کانپتے ہاتھوں سے اویس کی تلوار لے لی۔

اُس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر سب نے 'تبروک زندہ باد' کے نعرے لگائے۔

تبروک نے کہا "یہ سچ ہے کہ مَیں اپنے بھائی اویس کی جگہ کبھی نہیں لے سکتا۔ کیوں کہ سب جانتے ہیں کہ مَیں اویس کی طرح نہ ہی چالاک اور عقلمند ہوں اور نہ ہی اس جیسا طاقتور۔ مگر اپنے بھائی کی مدد کی خاطر کچھ عرصے کے لیے مَیں یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ اِسے نبھانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہوں گا۔ چاہے اس میں میری جان ہی

کیوں نہ چلی جائے۔"

اب اُنھیں ایک نیا سردار مل گیا تھا اس لیے اویس جلد ہی 'مائی' کے خیمے میں پہنچ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ 'مائی' خیمے کی زمین پر بیچ میں آنکھیں بند کیے بیٹھی ہے۔ وہ جیسے ہی خیمے میں داخل ہوا اُس کے کانوں میں 'مائی' کی ممتا بھری آواز آئی 'میرے بیٹے اویس، تیری مائی کھڑی ہو کر تیرا شایانِ شان استقبال کرتی مگر مجبور ہے، اب تُو آ کر میرے سامنے زمین پر بنے ہوئے دائرے میں بیٹھ جا۔"

اویس چند لمحے کے لیے حیران رہ گیا جب اُس نے دیکھا کہ 'مائی' کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی جب کہ مائی کے ہونٹوں پر ہلکی سی جنبش بھی نہیں ہے۔ مگر پھر اُسے یاد آیا کہ اُس کی 'مائی' پُراسرار طاقتوں کی ملکہ ہے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا مائی کے سامنے پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ مائی جہاں بیٹھی ہے ٹھیک اُس کے سامنے زمین پر ایک دائرہ بنا ہوا ہے۔ وہ اُس دائرے کے اندر بیٹھ گیا۔ اُس کے کانوں میں پھر 'مائی' کی آواز گونجنے لگی۔ وہ اُس سے کچھ عجیب وغریب الفاظ کہنے کے لیے کہہ رہی تھی جو اویس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ اب اُس کی تمام توجہ مائی کی آواز پر تھی۔ اُسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ پوری دنیا میں صرف 'مائی' کی آواز ہے اور خود اُس کی آواز ہے جو مائی کی آواز کی بازگشت بن کر اُبھر رہی تھی۔ پھر نجانے کب تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے دیکھا کہ وہ اپنے خیمے میں بستر پر پڑا ہے۔ وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ اُسے یاد آیا کہ وہ تو 'مائی' کے خیمے میں تھا۔ وہ حیرت سے ادھر اُدھر تکنے لگا۔ پھر وہ یہ سوچ کر مسکرانے لگا کہ یہ بھی پُراسرار 'مائی' کی کوئی جادوئی طاقت کا نمونہ ہو گا۔ مگر اچانک اُسے غش آنے لگا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کے دماغ میں مکھی گھس گئی ہو اور وہ تیزی سے گھوم رہی ہو۔ وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ تبھی اُس کے کانوں میں

’مائی‘ کی آواز آئی۔ اُس نے سُنا مائی کہہ رہی تھی،’’بیٹا ایولس، بہت آرام ہو چکا۔ اب جلدی سے تیار ہو کر میرے پاس خیمے میں آجاؤ۔‘‘

اس کے بعد ایولس نے محسوس کیا کہ جیسے اُس کے دماغ میں موجود مکھّی نے گھومنا بند کر دیا۔ اب اُسے غش بھی نہیں آرہا تھا۔ وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور خیمے سے باہر آیا۔ اُس نے دیکھا کہ شام ہو رہی ہے۔ اُس کے ساتھیوں نے ہمیشہ کی طرح لکڑیاں جلا کر الاؤ تیار کر لیا تھا اور اُس کے گرد جمع ہو کر رقص و موسیقی سے لُطف اندوز ہونے والے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو خوش دیکھ کر وہ خوش ہو گیا۔ کچھ دیر اُنھیں دیکھتا رہا پھر ساحل کی طرف تیزی سے بڑھا۔ اُس نے سمندر کے پانی سے غسل کیا۔ غسل کرنے سے اُس کے جسم کی سستی غائب ہو گئی اور وہ اپنے آپ کو تروتازہ محسوس کرنے لگا۔ وہ اپنے خیمے میں آیا اور نیا لباس پہن کر ’مائی‘ کے خیمے میں پہنچا۔ وہاں اُس نے دیکھا کہ پچھلی مرتبہ کی طرح ’مائی‘ ویسے ہی بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بھی اپنی مقرر جگہ پر بیٹھ گیا۔ پچھلی مرتبہ کی طرح ایولس کے دماغ میں ’مائی‘ اور ’ایولس‘ کی آوازوں کا پھر وہی کھیل شروع ہو گیا۔ ’مائی‘ جو کہتی وہی ’ایولس‘ بھی دہراتا رہا۔

یہی سب کچھ روز ہونے لگا۔ مگر اب جب بھی ایولس کو اپنے ذہن میں مائی کی آواز سنائی دیتی تو اُسے غش نہیں آتا تھا۔ جیسے جیسے دن گزرتے رہے ایولس کو اپنے اندر ایک نئی طاقت محسوس ہونے لگی۔ اس عرصے میں اُس نے دیکھا کہ اُس کے ساتھیوں نے اپنے رہنے کے لیے لکڑیوں کے گھر بھی بنا لیے ہیں اور کشتیاں بھی۔ ان کشتیوں میں سوار ہو کر اُس کے ساتھی سمندر میں کچھ دور تک چلے جاتے اور کبھی کبھی مچھلیاں شکار کر کے لاتے۔ اپنے ساتھیوں کو خوش دیکھ کر ایولس بھی خوش ہو جاتا۔ مگر ایک بات اُسے پریشان کر رہی تھی۔ وہ یہ کہ جس دن سے وہ ’مائی‘ سے جادو کی تعلیم حاصل کر رہا تھا اُس دن کے بعد سے نہ ہی ایولس کو موقع مل سکا

کہ وہ اپنے ساتھیوں سے بات کر سکے نہ ہی کبھی اُس کے کسی ساتھی نے آ کر اُس سے کچھ بات کی یا اُس کی خیریت جاننے کی کوشش کی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کے ساتھی اُسے بھول گئے ہوں۔ دراصل ’مائی‘ نے اپنی جادوئی طاقت سے ’ایولس‘ اور اُس کے ساتھیوں کے درمیان ایک طلسمی دیوار بنا دی تھی۔ جس کی وجہ سے ’تبروک‘ اور اُس کے ساتھی ’ایولس‘ کو دیکھ نہیں پا رہے تھے، اس کے علاوہ وہ اُسے بھول بھی گئے تھے۔ ایولس نے بہت بار سوچا کہ وہ اس کے بارے میں ’مائی‘ سے ضرور پوچھے گا۔ مگر جب بھی وہ ’مائی‘ کے پاس پہنچتا وہ سب کچھ بھول جاتا اور مائی کے کہنے پر عمل کرتا رہتا۔

O

جب شہزادی کو ہوش آیا تو اُس کا سر، درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بائیں کاندھے پر جلتے اور دہکتے ہوئے کوئلے رکھ دیئے گئے ہوں۔ اس کے علاوہ اُس کا بایاں ہاتھ تو جیسے بے جان ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنا بایاں ہاتھ ہلانے کی کوشش کی مگر درد کی ایک ٹیس پورے جسم میں دوڑنے لگی اور اُسے غش بھی آنے لگا۔ اُسے عجیب سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اُس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کے آس پاس وہی لال بالوں والے چھوٹے چھوٹے بہت سارے بندر بیٹھے ہیں جو اُسے حیرت اور خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ شہزادی کو یاد آیا کہ وہ ان بندروں کو پہلے بھی دیکھ چکی ہے۔ جیسے ہی اُسے جنگلی کتے کا خیال آیا وہ خوفزدہ ہو کر جلدی سے اُٹھ بیٹھی۔ اُسے اُٹھتا دیکھ کر اُس کے پاس بیٹھے ہوئے بندر اُس سے دور چلے گئے۔ شہزادی نے سہمی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اُس کی نظریں جنگلی کتے کو تلاش کر رہی تھیں۔ اُس کے لباس میں اس کا خون جذب ہو کر سوکھ چکا تھا۔ مگر اس کے دائیں کاندھے سے اب بھی خون رِس رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ کسی درخت کی اُلجھی ہوئی شاخوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اُس کے آس پاس گھنے درخت کی بہت ساری لچکدار ٹہنیاں جھول رہی تھیں جب کہ بڑے بڑے پتّوں نے اُسے گھیر رکھا تھا۔ اُس کے اس طرح اچانک اُٹھ بیٹھنے کی وجہ سے اُسے دوبارہ غش آ گیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ آنکھیں موند کر لیٹ گئی اور پھر سے بے ہوش ہو گئی۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو لال بال والے چھوٹے قد کا ایک بندر اُسے اپنے قریب نظر آیا۔ اب اُس کے کاندھے کا درد کم تھا مگر شہزادی کو بہت کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ وہ بندر اپنے ننھے منّے ہاتھوں میں ایک بڑا سا پتّہ لیے ہوئے ہے۔ شہزادی کو اپنی طرف متوجہ پا کر بندر بھی کچھ دیر اُسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ شہزادی کے قریب آیا اور اُس نے شہزادی کی ٹھوڑی دبائی اور پتّے کو اُس کے منہ میں اُنڈیل دیا۔ شہزادی کا منہ کسی لیس دار چیز سے بھر گیا۔ وہ نجانے کیا چیز تھی مگر شہزادی کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُس نے 'کیلا' کھا لیا ہو۔ شہزادی نے اُسے نگل لیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے بندروں کی 'ہو ہو' اور 'چی چی' کرنے کی آوازیں سنیں۔ کچھ دیر بعد وہی بندر اپنے ہاتھوں میں پتّہ لے کر دوبارہ اُس کے پاس آیا۔ اب شہزادی نے خود ہی منہ کھول دیا۔ بندر نے پتّے کو منہ میں اُنڈیلا۔ اب کی مرتبہ پتّے میں چلّو بھر پانی تھا جس نے شہزادی کی پیاس بجھا دی۔ پانی پیتے ہی شہزادی کے جسم میں جان آ گئی مگر سردی کا احساس بھی ہونے لگا۔

اُس نے اپنے کاندھے کے زخموں کی طرف دیکھا۔ زخموں پر خون کی پپڑیاں جم چکی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب زخم جلد ہی بھر جائے گا۔ مگر اُس کا بایاں ہاتھ ابھی بھی درد کر رہا تھا۔ وہ اپنے ایک ہاتھ کے سہارے آہستہ آہستہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُس کے دوست بندر اُسے دور سے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کچھ دیر بیٹھی آس پاس دیکھتی رہی۔ اُس کے سر پر آسمان تھا مگر وہ درختوں کی ٹہنیوں اور پتّوں سے ڈھکا ہوا تھا اور سورج کی روشنی اُن کے درمیان سے چھن کر آ رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ یعنی اُس کے پیروں تلے زمین نہیں تھی وہ جنگل کے ایک دوسرے سے اُلجھے ہوئے گھنے درختوں کی شاخوں کے بنے ہوئے قدرتی کمرے میں تھی۔ اُسے یاد آیا کس طرح

بندروں نے جنگلی کتّوں سے اُس کی حفاظت کی تھی۔ وہ احسان مندانہ نظروں سے اپنے دوستوں کو دیکھنے لگی۔ اُس نے کہا،"میرے دوستو مَیں سمجھتی تھی کہ اس دنیا میں صرف انسان ہی ایک دوسرے کا درد سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ مگر تم سب کی ہمدردی اور رحمدلی نے مجھے حیران کر دیا۔ تم سب نے میری حفاظت کی اور میرا خیال رکھا۔ اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ وحشی انسانوں کی اس دنیا میں اب بھی کچھ دلوں میں رحم اور ہمدردی موجود ہے۔ مَیں تم سب کی احسان مند ہوں۔"

شہزادی کی بات سن کر تمام بندر 'چی چی' اور 'ہو ہو' کرنے لگے اور پھر وہ سب شاخوں پر جھولتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ شہزادی نے محسوس کیا کہ اُس کے جسم میں عجیب سی تبدیلیاں پیدا ہونے لگی ہیں۔ وہ سوچنے لگی کہ کہیں یہ سب تبدیلیاں لُٹیروں کے سردار 'ایوس' کے ساتھ رہنے کی وجہ سے تو نہیں ہو رہی!؟ کہیں وہ اُس کے بچّے کی ماں ۔۔۔!!! اس کے آگے وہ کچھ نہیں سوچ سکی کیوں کہ اُس کے ذہن میں ایک ہی لفظ گردش کرنے لگا تھا اور وہ تھا 'نہیں'۔

نہیں، نہیں، نہیں وہ ایک لٹیرے اور قاتل کی بیوی نہیں ہے۔ نہیں وہ اپنے والدین کے قاتل کے بچّے کی ماں کبھی نہیں بنے گی۔ 'نہیں، نہیں، نہیں'۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ اس سے پہلے ہی وہ خودکشی کرلے گی۔ ہاں وہ خودکشی کرلے گی مگر ایک قاتل کے بچّے کی ماں نہیں بنے گی۔ ایسے حالات میں جب کہ اس دنیا میں اُس کا کوئی رشتے دار نہیں رہا۔ کوئی پُرسانِ حال نہیں تو ایسے حالات میں وہ زندہ رہ کر کرے گی بھی کیا؟ ہاں ہاں بالکل اب اُسے خودکشی کرلینی چاہیے۔

ان خیالات نے اور اُس کے ضدی مزاج نے اُسے مزید ہمت اور طاقت دی۔ وہ

اپنے ایک ہاتھ کے سہارے آہستہ آہستہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ ایک ہاتھ کے سہارے آہستہ آہستہ چلنے لگی اور درخت سے نیچے اُترنے کا راستہ تلاش کرنے لگی۔ اب وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد درخت سے نیچے اُتر جائے تاکہ جنگلی کتّے اُسے مار کر کھا جائیں اور وہ ایک قاتل اور لٹیرے کے بچّے کی ماں کہلانے سے بچ جائے۔ ابھی وہ درخت سے نیچے اُترنے کا راستہ تلاش کر رہی رہی تھی کہ درخت کی شاخیں زور زور سے ہلنے لگیں اور جنگل 'چی چی' اور 'ہو ہو' کی آواز سے گونج اُٹھا۔ اُس کے دوست بندروں نے اُسے گھیر لیا۔ وہی بندر جو اُس کے پاس آیا کرتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ شاخوں پر جھولتا ہوا اُس کے قریب آیا۔ وہ، بندر، شہزادی نارا کے نرم بالوں کو چھونے لگا۔ اُسے ایسا کرتا دیکھ کر شہزادی مسکرانے لگی۔ اتنے میں ایک اور بندر شہزادی کے پاس آکر اُس کے کپڑوں کو چھو کر دیکھنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں بہت سارے بندر اُس کے پاس جمع ہوگئے۔ جو شہزادی کو چھو چھو کر دیکھنے لگے۔ شہزادی بھی اُن کے لال بالوں کو چھونے لگی اور اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ شہزادی اپنا غم بھول کر مسکراتے ہوئے اُنھیں شوق اور حیرت سے تکنے لگی۔ اب کچھ بندر اُس کے جسم پر اچھل کود کرنے لگے۔ اچانک ایک بندر کا پیر اُس کے زخمی کاندھے پر پڑا اور شہزادی غش کھا کر گر پڑی۔ اُس کے لڑکھڑا کر گرنے سے بندر بھی چونک پڑے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ شہزادی کو معلوم نہیں ہوسکا کیوں کہ وہ پھر سے بے ہوش ہو چکی تھی۔

جب ہوش آیا تو شہزادی کو محسوس ہوا کہ اُس کا بایاں ہاتھ بہت زیادہ وزنی ہوگیا ہے۔ اُس نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو اُسے اپنا ہاتھ کسی ہاتھی کے پیر کی طرح موٹا نظر آیا۔ وہ سمجھ گئی کہ اُس کے ہاتھ کی یہ حالت درد اور سوجن کی وجہ سے ہوگئی ہے۔ اس نے دیکھا کہ اُس کے ساتھی بندر اُس کے پاس ہی بیٹھے ہوئے ہیں اور اُن میں سے ایک بندر شہزادی کے

زخموں پر کوئی چپ چپی سی چیز لگا رہا تھا۔ یہ دیکھ شہزادی اُٹھ بیٹھی۔ شہزادی کو اُٹھتا دیکھ کر سب بندر اُس سے دور ہو گئے۔ شہزادی نے دیکھا کہ اُس کے قریب ہی انگور کی طرح کے کچھ پھل پڑے ہوئے ہیں۔ شہزادی اپنے پاس پڑے ہوئے پھلوں کو چھو کر حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ تبھی وہ بندر جو شہزادی کے زخموں پر ہاتھ پھیر رہا تھا، اُس نے 'ہو ہو' کر کے شہزادی کو اشارے سے بتایا کہ وہ اس پھل کا سفید رس اپنے زخموں پر لگائے۔ شہزادی اُس بندر کا اشارہ سمجھ گئی اور اُس نے اپنے زخموں پر اُس پھل کا رس لگایا۔ کچھ دیر بعد شہزادی نے محسوس کیا کہ اُس کے ہاتھ کا درد کم ہو رہا ہے۔ اسی طرح بندر روز شہزادی نارا کے لیے انگور جیسے پھل لاتے۔ شہزادی ان کا رس اپنے زخموں پر لگاتی۔ جس کی وجہ سے اُس کے زخم تیزی سے بھر نے لگے اور ہاتھ کا درد اور سوجن بھی کم ہوتی رہی۔ اسی کے ساتھ بندر، کیلے کے جیسے پھل لاتے۔ شہزادی ان پھلوں سے اپنی بھوک مٹاتی تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شہزادی نارا، بندروں کے اشاروں کو سمجھنے لگی اور بندر بھی اُس کی باتیں سمجھنے لگے۔ اس طرح وہ آپس میں دوست بن گئے۔ بندر، شہزادی کو اپنے بارے میں اور اس حیرت انگیز جنگل کے بارے میں بہت کچھ بتاتے۔ شہزادی بھی ان بندروں کو اپنے محل اور سلطنت کی باتیں بتاتی اور اُنھیں بہادر سپاہیوں کے کارنامے سناتی۔ یہ کہانیاں اور قصّے سن کر بندر بھی بہت خوش ہوتے اور تالیاں بجاتے۔ ان بندروں کی وجہ سے شہزادی کو زندہ رہنے کا حوصلہ ملتا۔ بندروں سے دوستی کی وجہ سے کچھ دنوں بعد شہزادی نارا کی مایوسی ختم ہوگئی اور اُس کے دل سے خودکشی کا خیال نکل گیا۔ کچھ ہفتے اور گزرے تو اُس کی سوچ میں اور فرق آگیا۔ اب وہ خودکشی کر کے اپنی اور ایک معصوم بچّے کی جان نہیں لینا چاہتی تھی اور وہ کسی معصوم بچّے کی قاتل نہیں بننا چاہتی تھی۔

اسی طرح دن ہفتے اور مہینے گزرتے رہے۔ شہزادی نارا اپنے دوست بندروں کے ساتھ بہت خوش تھی۔ اس دوران اُس کے کاندھے کا زخم بھر چکا تھا اور ہاتھ بھی اچھا ہو گیا تھا، مگر کبھی کبھی اُسے تیز بخار چڑھتا اور بعض مرتبہ تو اُسے بے ہوشی کے دورے بھی پڑتے۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ زخموں کے بھرنے کے باوجود جنگلی کتّے کے دانتوں کا زہر اُس کے جسم میں اب بھی موجود ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ زہر اُسے کسی وقت بھی موت کے منہ میں پہنچا سکتا ہے۔ مگر وہ چاہتی تھی کہ مرنے سے پہلے اپنے جسم میں پل رہے ننھے سے بچّے کو دنیا میں پہنچا دے۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ شہزادی کی یہ خواہش بہت شدید ہو گئی تھی۔ ادھر زہر بھی اپنا اثر اُس کے جسم پر ڈال رہا تھا اور شہزادی کی رنگت پیلی سے نیلی ہوتی جا رہی تھی۔ جب نو مہینے ہونے لگے اور شہزادی کا جسم کمزور پڑنے لگا تو زہر نے بھی اُسے موت کے دروازے تک پہنچا دیا۔ یہ شہزادی کی ضدی طبیعت ہی تھی جس کی وجہ سے وہ اب تک زندہ تھی۔ شاید بندروں کو بھی معلوم تھا کہ شہزادی کی موت قریب ہے، اسی لیے بندروں نے بھی شہزادی کا حوصلہ بڑھا رکھا تھا اور وہ اُس کی تیمارداری میں لگے رہتے تھے۔ پھر ایک روز سورج، شہزادی کی موت لے کر نکلا۔ مگر اس سورج کے نکلنے سے پہلے ہی شہزادی نارا نے رات کے آخری پہر میں ایک ننھی سی بچی کو جنم دیا۔ ننھی سی بچّی کے رونے کی آواز اور بندروں کی 'چی چی' اور 'ہو ہو' کی آواز میں شہزادی نارا کی آخری چیخ دب گئی۔ اگرچہ کہ یہ شہزادی کی آخری چیخ تھی مگر اس درد میں ڈوبی ہوئی چیخ میں ایک بچّے کو زندگی دینے اور دنیا میں لانے کی خوشی بھی شامل تھی۔ ادھر سورج کی پہلی کرن نے شہزادی کو چھوا اور اُس کی روح جسم سے نکل کر آسمان کی طرف چلی گئی۔

O

اُدھر شہزادی نارا کا دَم نکلا اور اِدھر بوڑھی ’مائی‘ کا بدن بھی زمین پر گر پڑا۔ یعنی وہ بھی فوت ہوئی۔ شاید وہ جانتی تھی کہ کوئی چیز ہے جو شہزادی نارا اور اُس (مائی) کو جوڑتی ہے۔ اسی لیے وہ شہزادی نارا سے ڈرتی بھی تھی کہ کہیں یہ چیز طلسمی طاقت یا سردار ’ایوس‘ نہ ہو۔ کیوں کہ مائی، اپنا طلسمی علم اور اپنے سردار ’ایوس‘ کو شہزادی کے ساتھ بانٹنا نہیں چاہتی تھی۔ شاید اِسی لیے اُس نے سردار ’ایوس‘ کو شہزادی نارا سے دور کرنے کی کوششیں کیں جو کہ کامیاب بھی ہوئیں۔

اب اُس (مائی) کا بے روح بدن، سردار ’ایوس‘ کے سامنے زمین پر پڑا تھا۔ وہ کئی مہینوں سے مائی سے طلسمی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اس عرصے میں اُس نے مائی سے تقریباً سب کچھ سیکھ لیا۔ اپنی مائی کے مردہ جسم کو ایوس غمزدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے کانوں میں مائی کی آواز ابھی تک گونج رہی تھی۔ ابھی پچھلی رات ہی اُس نے ایوس سے کہا تھا، ’’بیٹے، مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اب میری موت قریب ہے۔ مگر مجھے مرنے کا کوئی غم نہیں ہے کیوں کہ مَیں نے اپنا پورا علم تجھے سونپ دیا ہے۔ بلکہ بہت ساری باتوں میں تُو مجھ سے زیادہ مہارت حاصل کر چکا ہے۔‘‘

مرنے سے پہلے اُس نے ایسی کئی باتیں سردار ’ایوس‘ سے کہی تھیں۔ ان باتوں میں تین باتیں خاص تھیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے وفادار ساتھیوں کا خیال رکھے۔ دوسری بات یہ کہ مائی نے پیشین گوئی کی تھی کہ ’ایتھاکا‘ کا جانباز تلوار باز اور دیوؤں کی طرح قوت اور طاقت رکھنے

والا، خوبصورت ’اوڈیسیس‘ اس جزیرے کے قریب سے گزرنے والا ہے۔ مائی نے سردار ’ایوس‘ سے کہا تھا کہ جب ’اوڈیسیس‘ جزیرہ پر آئے تو اُس کی خوب ضیافت کرنا اور اُس کی ہر طرح سے مدد کرنا۔ تا کہ وہ اپنے گھر جلد از جلد پہنچ جائے جہاں اُس کی خوبصورت بیوی ’پینی لوپی‘ اور بیٹا ’ٹیلی ماکوز‘ اُس کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ تیسری بات جو ’مائی‘ نے خوش ہو کر کہی تھی وہ اب تک ’ایوس‘ کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ مائی نے ’ایوس‘ کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تھا، ’’بیٹے، مَیں تجھ سے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت کرتی ہوں۔ مرنے کے بعد تجھے میری کمی محسوس ہو گی۔ مگر مجھے یقین ہے کہ جلد ہی ہم دوبارہ ایک ساتھ ہوں گے۔‘‘

اس پیشین گوئی کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش میں وہ صرف اتنا ہی سوچ پاتا تھا کہ شاید وہ بھی جلد ہی مرنے والا ہے۔ بہرحال، اُس نے ’مائی‘ کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ وہ اپنے وفادار ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ اس عرصے میں اُس کے ساتھیوں نے جنگل کے درختوں کو کاٹ کاٹ کر اُن کی لکڑیوں سے اپنے لیے مکان تعمیر کر لیے ہیں۔ وہ سب ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شریک رہتے ہیں۔ ’ایوس‘ نے اپنی غیر حاضری میں اپنے وفادار اور بہادر ساتھی ’تبروک‘ کو اُن کا سردار بنایا تھا۔ ایوس نے دیکھا کہ ’تبروک‘ بڑی خوش دلی اور حکمت کے ساتھ اپنے ساتھیوں کے مسئلے حل کرتا رہتا ہے۔ ایوس نے اُن سب پر طلسمی عمل کیا اور ’مائی‘ نے ایوس اور اُن کے درمیان جو دیوار بنائی تھی، ایوس نے اپنی طلسمی طاقت کی مدد سے اُن کی نظروں کے سامنے سے وہ طلسمی دیوار گرا دی۔

وفادار ’تبروک‘ اور اُس کے ساتھیوں نے جب ’ایوس‘ کو اچانک اپنے سامنے دیکھا تو اُنھیں سب کچھ یاد آ گیا۔ کچھ دیر کے لیے وہ سب حیرانی سے ’ایوس‘ کو دیکھتے رہے۔ مگر پھر خوش ہو کر ’سردار ایوس زندہ باد‘ کے نعرے لگانے لگے۔

’تبروک‘ آہستہ آہستہ چلتا ہوا، ’ایوس‘ کے پاس پہنچا۔ وہ نظریں نیچی کرتے ہوئے دو

زانو ہوا اور اپنی تلوار دونوں ہاتھوں پر رکھ کر سردار 'ایلس' کو پیش کرتے ہوئے بولا''سردار، اب آپ واپس آ گئے۔اس لیے آپ مجھے اس ذمہ داری سے آزاد کر دیں۔''

سردار 'ایلس' نے اُسے گلے لگاتے ہوئے کہا''میرے بہادر دوست، تم نے جس صبر، خوش دلی اور عقلمندی سے میری اور اپنے ساتھیوں کی خدمت کی ہے، اُس کا صلہ یہ ہے کہ اب سے تم ہی ہمارے سردار رہو گے۔''

یہ سن کر سب ساتھی خوش ہو گئے اور انھوں نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ 'ایلس زندہ باد' اور 'سردار تبروک' کے نعرے لگائے۔ایلس اور اپنے ساتھیوں کی یہ محبت دیکھ کر 'تبروک' کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔اُس نے سرداری قبول کرنے سے لاکھ انکار کیا مگر اُسے 'ایلس' اور اپنے ساتھیوں کی بات ماننی ہی پڑی۔اس کے بعد 'ایلس' نے اُنھیں بتایا کہ 'مائی' اب زندہ نہیں رہی۔یہ بُری خبر سن کر سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔کچھ تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔'ایلس' اپنے ساتھیوں کو اُس خیمے میں لے کر آیا، جو اُن کی آبادی سے دور ایک چٹان پر بنا ہوا تھا۔جہاں 'مائی'، 'ایلس' کو طلسمی تعلیم دیا کرتی تھی۔'ایلس' کے حکم پر سب لوگوں نے مائی کی آخری رسومات ادا کیں اور اُسے ساحل کی ریت میں گڑھا کر کے دفن کر دیا۔پھر وہ سب اپنے اپنے گھروں میں لوٹ آئے۔

'تبروک'، 'ایلس' کو اپنے خوبصورت مکان میں لے گیا اور اُس کی مہمان نوازی کی۔اُس نے کہا''سردار، آپ لوٹ آئے تو ہمارا جوش بھی لوٹ آیا۔ہم سب بہت خوش ہیں۔آپ کے جانے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ دنیا کی دولت، ہماری دوستی اور بہادری سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کے غم اور خوشیوں میں شریک ہو کر جو مزہ ملتا ہے۔وہ شراب میں بھی نہیں ہے۔یہاں ہمیں وہ سکون اور وہ اطمینان حاصل ہو گیا ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔ہم سمجھتے تھے کہ مال اور دولت ہی سکون کا ذریعہ ہے۔

مگر اب معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کا ساتھ ہی ہماری سب سے بڑی دولت ہے۔''

'ایلس' نے کہا''بے شک، تم سچ کہتے ہو۔اس عرصہ میں مجھے بھی یہ احساس ہوا کہ مال و دولت سے زیادہ قیمتی چیز 'علم' ہے۔'علم' اور 'ہنر' وہ ہے جو ہماری عزّت بڑھاتا ہے۔اگر 'علم' ہو تو ساری دنیا کی دولت تمہارے قدموں میں خود بخود آ جائے گی۔'مائی' سے علم حاصل کرنے کے بعد دنیا کی دولت حاصل کرنے کی ہوس ختم ہو گئی ہے۔میرے دل کو اطمینان اور سکون حاصل ہو گیا ہے۔اب مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔اب میرے لیے غم اور خوشی کوئی معنی نہیں رکھتے۔صرف تم لوگوں کو خوش دیکھ کر مَیں بھی خوش ہو جاتا ہوں۔''

'تبروک' نے کہا''سردار، اب ہم نے خود ہی محنت و مشقّت کر کے بہت سارے ہنر سیکھ لیے ہیں۔اب ہم اپنے لیے مکانات اور چھوٹی چھوٹی کشتیاں بنا سکتے ہیں۔کھانے کے لیے سمندر سے مچھلیاں پکڑ سکتے ہیں۔ہماری عورتوں میں کچھ عورتیں کپڑے بننا جانتی تھیں۔اُن کی مدد سے ہماری لڑکیوں نے بہترین کپڑے بنانا سیکھا ہے۔اب ہم سب مل کر آپ کے لیے ایک خوبصورت مکان تعمیر کریں گے۔تاکہ آپ اُس میں رہ سکیں۔آپ چاہیں تو ان میں کسی سے شادی۔۔کر۔۔۔۔''

ایلس نے 'تبروک' کی بات کاٹتے ہوئے کہا''نہیں نہیں، میرا دل آج بھی شہزادی 'نارا' سے محبت کرتا ہے۔مَیں اُس کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔تبروک، شہزادی نارا ہی میری وہ خواہش ہے جو آج بھی میرے دل میں موجود ہے۔''

یہ سن کر 'تبروک' خاموش ہو گیا۔کچھ عرصہ بعد اُس کے ساتھیوں نے 'ایلس' کے لیے ایک چھوٹا سا مگر خوبصورت مکان تعمیر کر دیا۔اس خوبصورت مکان میں ایلس رہنے لگا۔اب وہ اپنے سیکھے ہوئے جادوئی علم سے بستی کے لوگوں کو علم و حکمت کی باتیں بتانے اور سکھانے لگا۔اس کے علاوہ اپنے علم سے وہ کئی طرح کی بیماریوں کا علاج بھی کیا کرتا تھا۔

O

بندروں نے شہزادی نارا کو بے ہوش سمجھ کر ہوش میں لانے کی بہت کوشش کی، مگر جب اُنھوں نے شہزادی نارا کو مُردہ پایا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ کچھ دیر تک وہ ایک دوسرے سے 'ہوہو'، 'ہوہو' کرتے رہے، پھر اُنھوں نے شہزادی نارا کے جسم کو درخت سے نیچے اُتار دیا۔ تاکہ قدرت کے مطابق وہ کسی جنگلی جانور کی غذا بن جائے۔ اب اُن بندروں کے ہاتھوں میں ایک بچّہ تھا۔ جو اُن سب کو محبوب تھا وہ اُس سے اب ایک پل بھی دور نہیں جانا چاہتے تھے۔ وہ چاہ کر بھی وہ شہزادی نارا کا خیال نہیں رکھ سکے تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اس بچّے کی پرورش اُن سے نہیں ہو سکے گی۔ اُنھوں نے کچھ دیر تک دوبارہ 'ہوہو' کی۔

اس 'ہوہو' کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب بندروں نے بچّے کو باری باری اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اُس کے بعد جو بندر، شہزادی نارا کے قریب رہا کرتا تھا، وہ بچّے کو لے کر درختوں کی شاخوں پر جھولتا ہوا جنگل کے اُس طرف چل پڑا، جدھر انسانوں کی بستی کے آثار تھے۔ جب بھی بچّہ رونے لگتا وہ شاخوں سے وہی کیلے جیسا پھل توڑ لیتا اور اُس کا گودا اپنی چٹکی میں دبا کر بچّے کے منہ میں ڈالتا۔ بچّہ اُس کی انگلیاں چوستا رہتا۔ اس طرح وہ بندر کسی درخت کی شاخ پر کچھ دیر آرام بھی کر لیا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جنگل میں رات گزارنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے وہ جلد از جلد بستی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ مگر معصوم بچّے کی وجہ سے اُس نے اپنی رفتار کم ہی رکھی تھی۔ جلد بازی کرنے سے بچّہ کسی درخت کی شاخ سے ٹکرا سکتا تھا۔ وہ احتیاط اس لیے بھی برت رہا تھا کہ

گوشت خور جنگلی جانوروں کو کہیں اُس کی بُو نہ مل جائے۔ اُسے ڈر تھا کہ اگر خوفناک جنگلی کتّوں کی نظر اُس پر پڑ گئی تو وہ اُسے گھیر لیں گے۔ اُسے یقین تھا کہ اگر ایسا ہوا تو پھر خونخوار کتّے نہ اُسے چھوڑیں گے اور نہ ہی معصوم بچّے کو۔ اسی لیے وہ اتنی آہستگی سے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ لگاتا تھا کہ پتّوں کی ہلکی سی آواز بھی نہیں ہوتی تھی۔ اُسے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں اور پیروں کی ذرا بھی پرواہ نہیں تھی جو اپنے ہم وزن اور ہم قد کا بوجھ اُٹھانے کی وجہ سے ٹوٹے جا رہے تھے۔ وہ چلا جا رہا تھا بچّے کو خوفناک جنگل سے بچاتا ہوا۔ اُسے بس ایک ہی خیال تھا کہ وہ بچّے کو اُس کی قوم تک حفاظت سے پہنچا دے۔

وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد خوفناک کتّوں کے علاقے سے نکل جائے۔ شام ہونے والی تھی۔ اُسے اُمید تھی کہ اندھیرا ہونے سے پہلے وہ اس علاقے سے نکل جائے گا۔ لال بندر نے آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر لیا تھا۔ اس علاقے میں خوفناک کتّوں کے بہت سارے جھنڈ تھے۔ اپنی بھوک مٹانے کے لیے وہ ایک دوسرے پر حملے بھی کر دیا کرتے تھے اور اس لڑائی میں جو کتّے زخمی ہو جاتے تھے، وہ سب اُسے مار کر کھا لیا کرتے تھے۔ ایسا خوفناک منظر وہ دیکھ چکا تھا۔ اس لیے وہ اور بھی زیادہ احتیاط برت رہا تھا اور بچّے کے رونے سے پہلے ہی اُس کے منہ میں کیلے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈال دیتا تھا تاکہ وہ رو کر خوفناک کتّوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کر لے۔ مگر حالات ہمیشہ ویسے نہیں رہتے جیسا ہم چاہتے ہیں۔ وہی ہوا جس کا اُسے ڈر تھا۔ ابھی خطرناک علاقہ ختم نہیں ہوا تھا کہ اندھیرا ہو گیا اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرے؟ اُس نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک درخت کی اونچی شاخ پر رات گزارنے کا فیصلہ کیا۔ وہ بہت تھک چکا تھا۔ اُسے نیند بھی آنے لگی تھی، مگر وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔ وہ مسلسل جاگ رہا تھا اور آس پاس نظر رکھے ہوئے تھا۔ اُس نے پوری

رات اپنے آپ کو جگائے رکھا اور درخت کے کیڑے مکوڑوں کو بچّے سے دور کرتا رہا۔ مگر جب صبح کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلے تو وہ نیند کی شدّت سے کسی شرابی کی طرح جھومنے لگا۔ سرد ہوا سے بچّہ جاگ اُٹھا اور رونے لگا۔

اس کی آواز سن کر بندر بھی چونک کر ہوش میں آ گیا اور اُس نے اپنی اُنگلی بچّے کے منہ میں ڈال دی۔ بچّہ چُپ ہو کر اُسے چوسنے لگا۔ مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ سارے کتّوں کو معلوم ہو گیا کہ اُن کا شکار ایک برگد کی اُوپری شاخوں پر موجود ہے۔ وہ اپنے شکار کو پانے کے لیے بے چین ہو گئے اور اُنھوں نے اپنا منہ اُوپر کر کے بھونکنا شروع کر دیا تاکہ اُن کا شکار گھبرا کر فرار ہونے کی کوشش کرے اور جلد بازی میں درخت سے زمین پر گر پڑے اور وہ اپنے دانتوں سے نوچ نوچ کر اُس کا گوشت کھائیں۔ کتّوں کے بھونکنے کی وجہ سے بندر گھبرا گیا اور اُسے اپنی موت نظر آنے لگی۔ مگر جب اُس نے بچّے کو دیکھا تو اُس کے دل میں اطمینان کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اُس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ اطمینان کر لینے کے بعد اُس نے بچّے کو سینے سے لگایا اور شاخوں پر جھولتے ہوئے ایک جانب احتیاط سے بڑھنے لگا۔ اُسے شاخوں کے درمیان سے گزرتا دیکھ کر تمام کتّے بھونکتے ہوئے اُس کے پیچھے لپکے۔ اُنھیں اُمید تھی کہ گھبراہٹ میں بندر کے ہاتھوں سے شاخ ضرور چھوٹے گی اور جب وہ زمین پر گرے گا، تب وہ اُسے مار ڈالیں گے۔ مگر بندر کچھ دور سفر کرتا اور پھر کسی شاخ پر ٹھہر کر آگے کی شاخوں کا غور سے جائزہ لیتا کہ وہ اُس کا اور بچّے کا وزن سنبھال سکیں گی یا نہیں۔ اس طرح مضبوط اور لچکدار شاخوں کو ذہن میں رکھ کر اُن پر جھولتا ہوا وہ انسانوں کی بستی کی طرف چلا جا رہا تھا۔ جب کہ خونخوار کتّے زمین پر اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔

وہ جانتا تھا کہ اگر اُس نے کتّوں سے پیچھا نہیں چھڑایا تو زمین پر پہنچتے ہی وہ اُسے

اور بچّے کو کھا جائیں گے۔ وہ ان کتّوں سے پیچھا چھڑانے کی تدبیر سوچنے لگا۔ آخر اُسے خیال آیا کہ کیوں نہ اُس ٹیلے کے طرف سفر کیا جائے جس سے یہ کتّے ڈرتے ہیں۔ اُسے معلوم تھا کہ قریب ہی ایک ایسا ٹیلہ ہے جہاں جنگل کے بڑے بڑے اور خونخوار جانور جانے سے ڈرتے ہیں۔ اُس بندر نے اُس ٹیلے کے بارے میں بہت سی عجیب و غریب باتیں سن رکھی تھیں۔ جنگل والے اُس ٹیلے کو 'موت کا ٹیلہ' کہتے تھے۔ جانوروں میں مشہور تھا کہ اُس ٹیلے پر قدم رکھنے والا فوراً مر جاتا ہے۔ بندر نے سوچا کہ وہ اپنے قدم اُس ٹیلے پر نہیں رکھے گا بلکہ ٹیلے پر موجود کسی درخت کی شاخ پر کچھ دیر ٹھہر جائے گا۔ جس کی وجہ سے ان کتّوں سے اُس کا پیچھا چھوٹ جائے گا۔ وہ جانتا تھا کہ اس تدبیر پر عمل کرنے سے اُس کا سفر لمبا ہوگا مگر اس طرح ایک نصف دائرہ بنا کر وہ دوبارہ انسانوں کی بستی تک پہنچ سکتا تھا۔ اُس نے اپنے منصوبے پر عمل کیا اور 'موت کے ٹیلے' کی طرف سفر کرنے لگا۔ ابھی وہ 'موت کے ٹیلے' کے پاس پہنچا ہی تھا کہ سارے کتّے جو اُس کا پیچھا کر رہے تھے 'چیاؤں، چیاؤں' کی آوازیں نکالتے ہوئے اپنے علاقے کی طرف بھاگ گئے۔ بندر ایک اونچی شاخ پر بیٹھ کر اُنھیں دور جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ خوش تھا کہ اُس کی تدبیر کامیاب ہو گئی۔ مگر اُس کی حالت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ بچّے کو اُٹھائے ہوئے آدھے جنگل کا سفر کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ سفر کے دوران اُس نے درخت سے کچھ کیلے کھائے تھے مگر دھوپ کی وجہ سے اُسے شدید پیاس لگی ہوئی تھی اور ادھوری نیند کی وجہ سے اُسے چکّر بھی آ رہے تھے۔

اُس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ یہاں کچھ دیر کے لیے آرام کر لے۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پانی گرنے کی ہلکی آواز سن کر وہ چونک اُٹھا۔ اس کا مطلب آس پاس کہیں جھرنا تھا۔ اُسے خیال آیا کہ بچّہ بھی پیاسا ہوگا۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ بچّے کی پیاس بھی بجھائی جائے اور

29

پانی پی کر خود بھی تروتازہ ہوجایا جائے۔اس طرح وہ جلد از جلد اپنے سفر پر نئی ہمت اور حوصلے کے ساتھ چل پڑے گا۔

یہ سوچ کر، بچے کو اپنے ساتھ لے کر وہ درخت سے نیچے اُترا اور پانی گرنے کی آواز کی طرف چل پڑا۔مگر وہ بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھتا اور خطرات کا اندازہ لگاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ایک جگہ پتھروں کے درمیان سے پانی بہہ رہا تھا۔اُس نے آخری مرتبہ اپنے چاروں طرف دیکھا اور پانی پینے لگا۔ پانی ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔تھوڑا پانی پی کر وہ تروتازہ ہوگیا۔اُسے معلوم تھا کہ اگر وہ پیٹ بھر کر پانی پی لے گا تو وہ اپنا سفر وقت سے پہلے پورا نہیں کر سکے گا۔اُس نے بچّے کو بھی پانی پلایا اور اُسے اپنے سینے سے چمٹا کر دوبارہ درختوں کی شاخوں پر آہستہ آہستہ جھولتا ہوا، انسانوں کی بستی کی طرف چل پڑا۔

شام ہو رہی تھی جب وہ بستی کے ایک مکان میں بچے کو مسہری پر چھوڑ کر جنگل کے درختوں میں غائب ہوگیا۔مگر غائب ہونے سے پہلے اُس نے دیکھ لیا تھا کہ مکان میں رہنے والوں کی نظر بچّے پر پڑ چکی ہے اور وہ سب اُس ننھی سی جان کو دیکھ کر حیران بھی ہیں اور خوش بھی۔وہ بندر، مکان والوں کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ بچّے کی پرورش اچھی طرح کر سکیں گے۔

O

دن گزرتے گئے اور 'ایوس' انتظار کرتا رہا کہ کب وہ 'مائی' کی پیشین گوئیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے گا۔اس انتظار میں دس سال گزر گئے۔اب تو وہ سوچنے لگا تھا کہ شاید آخری عمر میں بوڑھی مائی نے خوابوں کو بھی حقیقت سمجھا ہوگا۔بھلا ایسا بھی کوئی شخص ہوسکتا ہے جو اتنے برس اپنی بیوی بچے سے دور رہ سکتا تھا۔اس کے علاوہ مائی بھی تو آنے والے صرف دس بارہ دنوں کے بارے میں ہی پیشین گوئی کیا کرتی تھی۔وہ بھلا دس یا گیارہ برسوں بعد ہونے والے واقعات کے بارے میں کیسے بتا سکتی تھی۔یہ سب باتیں ایوس کو پریشان کرتی رہتی تھیں۔

بارہ برسوں کے انتظار نے 'ایوس' کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔وہ تو بس صرف ایک ہی شکل دیکھ دیکھ کر زندہ تھا۔وہ شکل 'تمانا' کی تھی۔'تمانا' بارہ سال کی تھی جب 'ایوس' نے اُسے دیکھا تھا۔وہ 'خنجر بازی' کے مقابلے میں شریک تھی۔بڑوں کے تلوار بازی کے مقابلے کے بعد بستی کے سب بچّے 'خنجر بازی' اور کرتب پیش کیا کرتے تھے۔ان بچّوں میں لڑکے آگے آگے ہوتے تھے۔مگر چھوٹی سی عمر میں ایک لڑکی نے 'خنجر بازی' کا وہ کمال پیش کیا کہ بڑے بھی حیران رہ گئے۔اُس نے کئی گز دور سے ایک درخت کے تنے پر بیٹھی ہوئی مکڑی کے جسم میں اپنا چھوٹا سا خنجر پیوست کر دیا تھا۔

ایوس نے اس کی بہت حوصلہ افزائی کی تھی۔اُسے جب یہ معلوم ہوا کہ وہ بچّی اُس

کے وفادار ساتھی 'تبروک' کی بیٹی ہے تو اُس کا دل بیٹھ گیا۔نجانے کیوں پہلی ہی نظر میں اُس کا دل اُس بچّی کو اپنا ماننے لگا تھا۔اُس نے تبروک کو بُلا کر اُس سے پوچھا،''تبروک،تم تو جانتے ہو کہ ہم اپنی عورتوں کو خنجر بازی اور تلوار بازی نہیں سکھاتے؟ پھر تم نے اپنی بیٹی کو خنجر بازی کیوں سکھائی؟''

تبروک نے کہا،''سردار، مجھے معاف کردیجئے۔مَیں اس بچّی کی ضدّی طبیعت اور اکھڑ مزاج کی وجہ سے بہت پریشان رہتا ہوں۔مَیں اُس کی خواہشات کے آگے مجبور ہو گیا تھا۔جب اُس نے لڑکوں کو خنجر بازی اور تلوار بازی سیکھتے دیکھا تو اُس نے بھی یہ علم سیکھنے کی ضد کی۔جب مَیں نے اُسے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تو اُس نے تین روز تک کھانا نہیں کھایا۔میرے نہ سکھانے کے باوجود اُس نے اپنے ہم عمر لڑکوں کو دیکھ دیکھ کر خود بھی مشق شروع کردی۔مجبور ہو کر مَیں نے اُسے خنجر بازی کے کچھ اصول بتائے اور اُس نے جلد ہی خنجر بازی میں مہارت حاصل کرلی۔جس کا نمونہ آپ نے دیکھ ہی لیا۔''

تبروک کی بات سن کر ایولس کو اپنا بچپن یاد آگیا اور اُس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔اُس نے تبروک سے کہا،''تبروک،تم فکر مت کرو۔مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ بلکہ تم نے اپنی بچّی کی تربیت کر کے ہمیں ایک نئی راہ دکھائی ہے۔تم نے یہ ثابت کیا کہ ہمیں اپنی عورتوں کو بھی اپنی حفاظت کے طریقے سکھانے چاہئیں۔اُنھیں بھی علم و ہنر سیکھنے کا حق ہے۔اگر تم مجھے اجازت دو تو مَیں تمھاری بیٹی کو اپنی بیٹی بنا کر اُس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کروں۔''

'ایولس' کی اس خواہش پر 'تبروک' بھی حیران رہ گیا تھا۔کیوں کہ لٹیروں نے کبھی لڑکیوں کو اہمیت نہیں دی تھی۔تبروک اپنے سردار کی خواہش کے آگے جھک گیا۔وہ خود

(تبروک) اس بچّی کو پسند نہیں کرتا تھا۔کیوں کہ وہ اُس کی بیٹی نہیں تھی بلکہ اُس کی بیوی نے ایک روز اپنے مکان کی مسہری پر اُس بچّی کو پایا تھا۔نجانے وہ بچّی اُس کے مکان میں کہاں سے آئی تھی۔تبروک اُس بچّی کو جنگل میں یا دریا میں پھینک دینا چاہتا تھا مگر اُس کی بیوی نے رو رو کر اپنا بُرا حال کرلیا تھا اور کہا تھا اگر تبروک ایسا کرے گا تو وہ خودکشی کرلے گی۔اس طرح تبروک نے اُسے اپنی بیٹی بنا تو لیا مگر وہ اپنے حقیقی بیٹوں سے زیادہ محبت کرتا تھا۔خیر جو بھی ہو۔ایولس کی خواہش کی وجہ سے تبروک کو 'تمانا' سے چھٹکارا ملا اور 'تمانا'، سردار 'ایولس' کے مکان میں رہنے لگی۔سردار ایولس نے اپنے علم سے 'تمانا' کا مستقبل اور اُس کی صلاحیتوں کو جاننے کی کوشش کی مگر اُس کا علم 'تمانا' کے بارے میں اُسے کچھ بھی نہیں بتا سکا۔'ایولس' سمجھ گیا کہ 'تمانا' اپنے اندر پُراسرار قوتیں رکھتی ہے۔جس کے بارے میں خود 'تمانا' نہیں جانتی۔ پھر 'ایولس' اُس کی تربیت کرتا رہا اور وہ سخت جان بنتی گئی۔اُس نے تیراندازی، گھڑسواری اور خنجر بازی میں مہارت حاصل کرلی۔'تمانا' زیادہ خوبصورت نہیں تھی مگر ورزش نے اُس کے بدن کو لچکدار اور خوبصورت بنا دیا۔بچپن ہی سے 'تمانا' کی دائیں آنکھ کے نیچے سیاہ رنگ کا پیدائشی داغ تھا۔وہ جیسے جیسے جوان ہوتی گئی داغ بھی بڑا ہوتا گیا۔پہلی نظر میں وہ داغ 'تمانا' کے پورے چہرے پر پھیلا ہوا محسوس ہوتا تھا۔اُس کی آنکھوں اور ہونٹوں کی بناوٹ سردار ایولس کو 'شہزادی نارا' کی یاد دلانے لگی تھی۔جب 'تمانا'، 'ایولس' کے ساتھ رہنے لگی تو تمانا کو دیکھ دیکھ کر ایولس کو 'شہزادی نارا' کی یاد ستانے لگی۔وہ روز بروز اپنے آپ کو کمزور اور بوڑھا محسوس کرنے لگا۔کمزوری اور ناتوانی اتنی بڑھی کہ وہ دو قدم بھی نہیں چل سکتا تھا۔

ایک روز کی بات ہے کہ اُس کے وفادار تبروک نے آ کر اُسے بتایا کہ ایک سمندری جہاز جزیرے کی طرف چلا آرہا ہے۔ایولس نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لیے تیار رہنے کا

حکم دیا۔ اُس نے کہا کہ وہ اپنے جانباز ساتھیوں کے ساتھ جہاز سے اُترنے والوں کا مقابلہ کرے اور اُنھیں گرفتار کر کے 'ایولس' کے سامنے پیش کرے۔

کچھ دیر بعد تبروک بہت سارے قیدیوں کے ساتھ ایولس کے پاس پہنچا۔ ایولس نے دیکھا کہ قیدیوں میں ایک بہت ہی طاقتور دکھائی دینے والا انسان بھی موجود ہے۔ اُسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی غیر معمولی انسان ہے۔ اُس کی آنکھوں میں بہادری، شجاعت اور دلیری نظر آرہی تھی۔ جب کہ اُس کا جسم فولاد کا بنا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

وہ شخص ایولس کے پاس آیا اور اُس نے بتایا کہ وہ اپنے گھر اپنی بیوی اور بچّے سے ملاقات کے لیے جا رہا ہے۔ راستہ بھٹک گیا ہے اور اتفاقاً یہاں پہنچ گیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ ایولس نے اُس سے پوچھا، ''کیا تم ہی اوڈیسیس ہو؟''

اُس شخص نے حامی بھرتے ہوئے اپنی وہ کہانی سنائی، جو یونانی 'ہومر' نے اپنی کتاب 'اوڈیسی' میں لکھی ہے۔ ایولس، مشہور اوڈیسیس سے مل کر خوش ہو گیا۔ اُس نے اپنی 'مائی' کی پیشین گوئی کی صلاحیت کو مان لیا۔ اُس نے اوڈیسیس اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کیا۔ اُن کی مہمان نوازی کی۔ جب اوڈیسیس اپنے سمندری جہاز پر روانہ ہونے لگا تو 'ایولس' نے اپنی تمام پُراسرار طاقتوں کی مدد سے سمندری ہواؤں کو ایک چمڑے کی تھیلی میں بند کر کے 'اوڈیسیس' کو تحفے میں دیا۔ تاکہ ان کی مدد سے اوڈیسیس آسانی سے اپنے گھر پہنچ جائے۔ اُس نے بس ایک ہوا نہیں دی کیوں کہ وہی ہوا اوڈیسیس کو جزیرہ 'ایولین' سے اُس کے گھر 'ایتھاکا' کی طرف لے جاتی۔

اوڈیسیس، سردار ایولس کا شکریہ ادا کر کے اپنے جہاز پر خوشی خوشی روانہ ہو گیا۔ ایولس بھی خوش تھا کیوں کہ اب 'مائی' کی ایک پیشین گوئی پوری ہو چکی تھی اور اُس نے مائی کے حکم

کے مطابق 'اوڈیسیس' کی پوری مدد کی تھی۔ مگر 'اوڈیسیس' کی مدد کرنے کے بعد وہ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اندر سے خالی ہو گیا ہو۔ اس کمزوری اور خالی پن کے باوجود اب ایولس اُس پیشین گوئی کے بارے میں سوچ سوچ کر خوش ہو رہا تھا، جس کے مطابق وہ 'شہزادی نارا' سے ملاقات کرے گا۔ وہ بہت خوش ہو رہا تھا کہ اُس کی دلی خواہش پوری ہونے والی ہے۔

دن گزرتے رہے اُس کی حالت بد سے بدتر ہونے لگی۔ ایک رات اچانک تبروک نے آ کر بتایا کہ پھر کوئی جہاز جزیرے کی طرف آ رہا ہے۔ ایولس نے دوبارہ تبروک اور اپنے ساتھیوں کو ہتھیاروں کے ساتھ ساحل کی طرف روانہ کیا۔ کچھ دیر بعد تبروک کسی کے ساتھ آیا۔ آنے والا 'اوڈیسیس' تھا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ ایولس نے اُس سے دوبارہ آنے کی وجہ پوچھی۔ تب اوڈیسیس نے بتایا کہ اُس کا جہاز روحوں کے جزیرے 'سمیرین' سے قریب ہی تھا کہ اُس کے ساتھیوں نے ہواؤں کا مشکیزہ کھول دیا۔ جس کی وجہ سے سمندری ہوائیں اُس میں سے نکل گئیں۔ ان ہواؤں کے نکلتے ہی سمندر میں طوفان برپا ہو گیا اور وہ ٹوٹے جہاز کی مدد سے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ یہاں تک پہنچ سکا۔ اوڈیسیس نے ایولس سے دوبارہ مدد مانگی۔ مگر ایولس کو اوڈیسیس کے ساتھیوں کی حماقت پر غصّہ آ گیا اور اُس نے اوڈیسیس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا، ''مَیں نے اپنی تمام جادوئی طاقت تمھاری مدد کرنے میں صرف کر دی۔ یہاں تک کہ اب میرے پاس چلنے پھرنے اور اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی۔ مجھے معاف کرو اب مَیں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔''

ایولس کا انکار سن کر اوڈیسیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ خستہ حال جہاز پر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اوڈیسیس کی مشکلات اور پریشانیاں سن کر اور یہ سوچ کر کہ اُس کی مائی اور

اُس نے جس کام کے لیے اتنی محنت کی تھی اُس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا، ایولس کا دل اور کمزور ہو گیا۔ اُس کے دل میں ڈر بیٹھ گیا۔ کچھ روز پہلے ہی ’تمانا‘ کی ماں (تبروک کی بیوی) دنیا سے چل بسی تھی۔ اب ’تمانا‘ کے پاس زیادہ وقت تھا اور وہ اپنے سرپرست ’ایولس‘ کی دن رات خدمت کیا کرتی تھی۔

تبروک کو معلوم تھا کہ ’تمانا‘ بستی کے کسی خاندان کی نہیں ہے، اس لیے شروعات ہی سے وہ ’تمانا‘ کو ’چڑیل‘ اور ’ڈائن‘ سمجھتا تھا۔ اس کی ماں کے مرنے کے بعد اُس کے باپ (تبروک) کا ’تمانا‘ کے ساتھ سلوک اور خراب ہونے لگا تھا۔ ’تمانا‘ کو ابھی تک یہ حقیقت معلوم نہیں تھی کہ ’تبروک‘ اُس کا باپ نہیں ہے۔ وہ یہی سمجھے ہوئے تھی کہ بستی والوں کی طرح ’تبروک‘ بھی ’بیٹیوں کو نفرت کے لائق سمجھتا ہے۔ اسی لیے اُس کا باپ (تبروک) اُسے دھتکارتا رہتا ہے۔ ’ایولس‘ کی طبیعت جیسے جیسے خراب ہوتی جا رہی تھی، ’تبروک‘ کا غم اور غصّہ بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنی بیوی کی اچانک موت اور ’ایولس‘ کی کمزوری کو ’تمانا‘ کی پُراسرار طاقتوں کا اثر ماننے لگا تھا۔ وہ اپنی بیوی کو کھو چکا تھا مگر اپنے محبوب سردار ’ایولس‘ کو بچانے کے لیے وہ ’تمانا‘ کو قتل بھی کر سکتا تھا۔ وہ ’تمانا‘ کو اُس کے بچپن سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اتنی ضدی لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ اپنی ضد کے آگے کسی کی نہیں چلنے دیتی تھی۔ چاہے جیسے حالات آتے، ’تمانا‘ جو ارادہ کر لیتی اُسے ضرور پورا کرتی تھی۔

بچپن میں جب اُس کی کوئی سہیلی اُسے تنگ کرتی تو ’تمانا‘ اُسے سخت سے سخت سزا دیتی تھی۔ ایک مرتبہ جب ایک سہیلی نے ’تمانا‘ کو کسی بات پر مارا تو اُس نے اُس سہیلی کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹ لیا۔ دوسرے روز اُس لڑکی کا ہاتھ سبز پڑ گیا۔ لڑکی کے والدین لڑکی کو طبیب کے پاس لے گئے تو طبیب نے معائنہ کرنے کے بعد اُنھیں بتایا کہ اُن کی لڑکی کے ہاتھ میں

زہر پھیل رہا ہے۔ لڑکی سے پوچھنے پر لڑکی نے بتایا کہ اُس کے ہاتھ کو ’تمانا‘ نے دانت سے کاٹا تھا۔ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ’تمانا‘ کا خون زہریلا ہے۔ اور اگر وہ کسی کو دانتوں سے کاٹ لے یا اُس کا خون کسی انسان کے جسم میں کسی طرح داخل ہو جائے تو وہ مَر سکتا ہے۔ یہ جان کر ’تبروک‘ کو یقین ہو گیا کہ ’تمانا‘ گھنے جنگل کی کسی چڑیل کی اولاد ہے۔ اُس نے چاہا کہ وہ ’تمانا‘ کو قتل کر دے۔ مگر اس مرتبہ بھی اُس کی بیوی کے آنسوؤں نے اُسے روک دیا تھا۔ پھر جیسے جیسے وہ جوان ہوتی گئی اُس کی پُراسرار صلاحیتیں پوری بستی کو حیران کرنے لگیں۔ انتہائی کم عمری میں اُس نے خنجر بازی میں بستی کے منجھے ہوئے نشانہ بازوں کو شکست دے دی تھی۔ دسویں سال میں وہ تیر اندازی اور تلوار بازی میں سب نوجوانوں سے آگے تھی۔ بستی کے نوجوان اُس کی خوبصورتی پر مرمٹنے کی بجائے، اُس سے ڈرنے لگے تھے۔ اُس کے زہریلے ہونے والی بات سے پوری بستی ’تمانا‘ سے ڈرنے لگی تھی۔ اگر کسی وجہ سے تمانا کا زہر کسی شخص کے جسم میں پھیلنے لگتا تو اُس شخص کا علاج نہ کرنے پر وہ شخص سات یا آٹھ روز میں مر سکتا تھا۔ ’تبروک‘ ہمیشہ سوچتا کہ اُس نے اپنی بیوی کی محبت میں اپنے گھر میں ’تمانا‘ کی شکل میں ناگن کی پرورش کی ہے۔ جو اُس کی بیوی کے بعد اُس کے سردار کو بھی اپنے زہر سے مار ڈالے گی۔ آخر اُس نے طے کر لیا کہ اب وہ اس ناگن کا پھن خود ہی کچل ڈالے گا۔

ایک رات ’تمانا‘ اپنے بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ تبھی ایک شخص اُس کے کمرے میں چپکے سے داخل ہوا۔ اُس نے اپنی تلوار نکالی اور ایسا وار کرنے والا تھا جس سے ’تمانا‘ کی گردن ایک جھٹکے میں الگ ہو جاتی، اچانک ’تمانا‘ کی آنکھ کھل گئی۔ شمع کی ہلکی روشنی میں تلوار کی چمک دکھائی دی تو اُس نے لیٹے ہی لیٹے اپنے زہریلے اور تیز خنجر سے وار کیا۔ تلوار والے ہاتھ ہوا میں اُٹھے کے اُٹھے رہ گئے تھے اور خنجر اُس شخص کے سینے میں اُتر گیا۔ تلوار

زمین پر گر پڑی اور وہ شخص بھی اپنا دل تھام کر زمین پر تڑپنے لگا۔

’تمانا‘ بستر پر سے تیزی سے اُٹھی اور اُس نے احتیاط سے چاروں طرف دیکھا۔ کچھ دیر تک وہ کمرے میں کسی اور کی موجودگی کو محسوس کرتی رہی جب اُسے یقین ہوگیا کہ کمرے میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے تو ایک شمع لے کر وہ زمین پر تڑپتے ہوئے آدمی کی طرف بڑھی۔ جب اُس نے ’تبروک‘ کو درد سے تڑپتے دیکھا تو حیرت سے اُس کی چیخ نکل گئی، وہ خود بھی تڑپ اُٹھی۔ اُس نے بڑھ کر تبروک کا سر اپنے زانوؤں پر رکھ لیا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اُس نے تبروک کے سینے سے خنجر نکالا تو خون اُبل پڑے گا جس کی وجہ سے تبروک فوراً مر سکتا تھا۔ ’تمانا‘ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سسکیاں لیتے ہوئے اُس نے پوچھا’’ بابا، آپ نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کیوں کی؟ کیا کوئی باپ اپنی اولاد سے اتنی نفرت کر سکتا ہے۔ اگر آپ کو مجھ سے اتنی ہی نفرت ہے تو آپ مجھے حکم دے دیتے، مَیں خود ہی سمندر میں چھلانگ لگا دیتی۔‘‘

تبروک نے تڑپتے ہوئے غصّے سے کہا’’ تُو چڑیل ہے اور چڑیل کسی کی اولاد نہیں ہوتی۔ وہ تو بس خون چوسنا جانتی ہے۔ تُو مجھے بابا، مت کہہ۔ مَیں تیرا باپ نہیں۔‘‘

تمانا نے روتے ہوئے کہا’’ ایسا مت کہیے بابا۔ مَیں نے ایسا کیا کیا ہے، جس کی سزا آپ مجھے دے رہے ہیں؟‘‘

تبروک نے کہا’’ تیرا جرم یہی ہے کہ مَیں تیرا باپ نہیں، میری بیوی تیری ماں نہیں اور تُو میرا خون نہیں ہے۔ تُو تو اس خوفناک جزیرے کے جنگل کی کسی چڑیل کی اولاد ہے۔ جو تجھے میرے گھر میں ڈال گئی تھی۔ میرے منع کرنے کے باوجود میری بیوی نے تجھ پر رحم کھا کر تیری پرورش کی۔‘‘

تمانا یہ سن کر حیران رہ گئی۔ اُس کی زبان سے بس اتنا ہی نکل رہا تھا’’ بابا، آپ میرے بابا ہیں۔ آپ ایسا مت کہیے۔۔۔۔ آپ ایسا مت کہیے۔۔۔‘‘

تبروک نے کہا’’ تُو اگر سردار ایولس کو صحت یاب دیکھنا چاہتی ہے تو تُو اُن سے اور اس بستی سے دُور چلی جا۔‘‘

اتنا کہہ کر تبروک نے خنجر اپنے سینے سے کھینچ لیا۔ ’تمانا‘ اُسے ایسا کرنے سے روکتی مگر تب تک دیر ہو چکی تھی۔ تبروک کے سینے سے خون کا فوارہ اُبل پڑا اور اُس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ ’تمانا‘ کے لیے یہی کیا کم تھا کہ اُس کا باپ اُسی کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا، مگر ایک افسوسناک خبر یہ بھی کہ وہ اب تک جسے اپنا باپ سمجھ رہی تھی وہ اُس کا باپ نہیں تھا۔ وہ عورت اُس کی ماں نہیں تھی جس نے اُسے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ اُسے یہ سب خواب کی باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ اُس کا دل اس حقیقت کو ماننے کے لیے کسی طرح تیار نہیں ہو رہا تھا۔ اچانک اُس کا دم گھٹنے لگا اور وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔

اُس کی چیخ سن کر کچھ لوگ وہاں آپہنچے۔ اُنھوں نے جب ان دونوں کی حالت دیکھی تو اُنھیں کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر ’تبروک‘ کو قتل اور ’تمانا‘ کو کس نے بے ہوش کر دیا۔ صبح تک معاملات پر غور کرنے کے بعد بستی کے کچھ تجربہ کار لوگوں کو ’تمانا‘ کے خون آلود خنجر کی وجہ سے بات سمجھ میں آ گئی کہ تمانا نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ مگر چونکہ یہ قتل ’تمانا‘ کے کمرے ہوا تھا اس لیے وہ سمجھ گئے کہ شاید ’تبروک‘ ہی نے ’تمانا‘ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہوگی اور تبھی مجبور ہو کر ’تمانا‘ نے اپنے باپ کو قتل کیا ہوگا۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ ’تبروک‘ اپنی بیٹی سے نفرت کرتا تھا۔

بہر حال جب تک ’تمانا‘ ہوش میں آتی تب تک اُنھوں نے ’تبروک‘ کی آخری

رسومات پوری کیں اور اُسے سمندر کے کنارے ریت میں دفن کر دیا۔ ’ایولس‘ تک یہ خبر پہنچی تو وہ بہت زیادہ غمزدہ ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ ’تمانا‘ ہوش میں آجائے تو وہ اُس سے بات کرے گا۔

’تمانا‘ ہوش میں آئی تو بستی کے ایک بزرگ نے اُس سے کہا،’’بیٹی، جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ چونکہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تمھیں کب تک ہوش آئے گا اس لیے ہم نے ’تبروک‘ کی آخری رسومات پوری کر دیں۔ سردار ایولس تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔‘‘

’تمانا‘ کچھ دیر رات کی باتوں پر غور کرتی رہی۔ پھر وہ تیار ہو کر باہر نکلی۔ وہ ایک درخت کے پاس آئی جس کے تنے پر ’پیلے‘ پھولوں کی بیل لگی ہوئی تھی۔ بستی والے اُس پھول کو ’زارا‘ کہتے تھے۔ یہ پیلے پھول خوبصورت نظر آتے تھے، مگر زہریلے ہوتے تھے۔ بستی والے اِسے منحوس مانتے تھے مگر ’تمانا‘ کو یہ پسند تھے۔ اُس نے چند پھول توڑے اور ساحل پر آئی جہاں اُسے نئی قبر نظر آ گئی۔ اُس نے قبر پر وہ پھول سجا دیئے اور کچھ دیر بیٹھی رہی۔ پھر وہ اُٹھ کر ’ایولس‘ کے پاس آئی۔ اُس نے دیکھا کہ ایولس کے پاس ’تبروک‘ کا جانثار ساتھی ’مومان‘ بیٹھا ہوا تھا۔ ’ایولس‘ نے ’مومان‘ سے کہا،’’اب اس بستی کی حفاظت تمھاری ذمہ داری ہے۔ جاؤ اور ’تبروک‘ کی طرح اپنا فرض نبھاؤ۔‘‘

یہ سن کر مومان نے کہا،’’سردار اس بستی کے سردار آپ ہیں اور ہمیشہ آپ ہی رہیں گے۔ ہم تو بس آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو مَیں اپنی جان کی بازی لگا کر بھی آپ کے حکم کے مطابق بستی کے لوگوں کی حفاظت کروں گا۔ اتنا کہہ کر ’مومان‘ اُٹھا اور اجازت لے کر باہر نکل گیا۔

’ایولس‘ نے ’تمانا‘ سے کہا،’’بیٹی، مجھے افسوس ہے کہ ہمارے حالات کچھ ٹھیک نہیں ہیں۔ دراصل قسمت ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم تو بس وقت اور قسمت کے غلام ہیں۔ وہی

ہوتا ہے اور ہم وہی کرتے ہیں جو وقت چاہتا ہے اور قسمت میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں صبر کرنا چاہیے۔ تم بھی صبر کرو اور پھر تم دیکھو گی کہ کچھ وقت کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔‘‘

تمانا نے کہا،’’آپ ٹھیک کہتے ہیں بابا، مگر میرے ذہن میں کچھ سوالات ہیں جس کے جوابات مجھے تلاش کرنے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مَیں کیا کروں؟‘‘

سردار ایولس نے کہا،’’سوالات تو ہر انسان کے پاس ہوتے ہیں۔ تم فکر مت کرو۔ اپنے لوگوں کی فلاح کا کام کرتی رہو۔ آنے والا وقت ان سوالات کے جوابات خود ہی دے گا۔ وقت آ گیا ہے کہ مَیں اپنا علم تمھیں سکھاؤں تا کہ میرے بعد تم اپنی طاقتوں سے بستی والوں کی مدد کرتی رہو۔‘‘

ایولس سے باتیں کر کے ’تمانا‘ کو حوصلہ ملا۔ ’ایولس‘ نے ’تمانا‘ کو اپنا طلسمی علم سکھانا شروع کر دیا جو اُس نے ’مائی‘ سے سیکھا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ’تمانا‘ بہت ذہین ہے اور وہ بہت تیزی سے علم حاصل کر رہی ہے۔ روز بروز اُس کی ذہنی طاقتوں میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ وہ جو کچھ ’ایولس‘ سے سیکھتی اُس سے بستی والوں کی خدمت کرتی۔ چند روز کے بعد اُس نے دیکھا کہ ایولس کسی بات پر بے چین ہے، جس کی وجہ سے اُس کی حالت اور خراب ہونے لگی ہے۔ اُس کی بے چینی دیکھ کر ’تمانا‘ نے اُس سے پوچھا،’’بابا، آپ نے مجھے صبر کی تعلیم دی مگر مَیں دیکھ رہی ہوں کہ کسی فکر اور خیال نے آپ کو بے چین کر رکھا ہے۔ آخر کیا بات ہے؟ آپ کو کون سی فکر کھائے جا رہی ہے؟‘‘

ایولس نے ’تمانا‘ سے کہا،’’بیٹی، اب مَیں تمھیں کیا بتاؤں بڑی لمبی کہانی ہے۔‘‘

ایولس نے لاکھ بہانے کیے مگر وہ ’تمانا‘ کی ضد کے آگے ہار گیا۔ تب اُس نے ’شہزادی نارا‘ اور ’مائی‘ کے بارے میں سب کچھ بتاتے ہوئے وہ پیشین گوئی سنائی جس کے

مطابق ایوس مرنے سے پہلے شہزادی نارا سے ملاقات کرے گا۔

’تمانا‘ نے یہ باتیں سنیں تو پوچھا،’’بابا، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص روحوں سے ملاقات کرے؟‘‘

ایوس نے کہا،’’بیٹی مجھے مائی کی ہر پیشین گوئی پر یقین تھا مگر اس پیشین گوئی پر شبہ تھا۔ کیوں کہ یہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ مگر جب ’اوڈیسیس‘ نے مجھ سے آکر کہا کہ وہ روحوں کے جزیرے ’سمیرین‘ سے قریب تھا تب مَیں چونک اُٹھا۔ میرے دل نے کہا کہ اگر مَیں اُس جزیرے پر پہنچ جاؤں تو مَیں اپنی محبوبہ ’شہزادی نارا‘ اور میری راہ نما ’مائی‘ سے ملاقات کرسکتا ہوں۔‘‘

’تمانا‘ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اُس نے ایوس سے کہا،’’بابا، اگر مائی نے پیشین گوئی کی ہے کہ آپ اُن سے ملاقات کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ اُن کی یہ پیشین گوئی بھی ضرور پوری ہوگی۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ اپنے قدموں پر کھڑے بھی نہیں رہ سکتے، ایسی حالت میں آپ روحوں کے جزیرے تک کس طرح پہنچیں گے۔ اس کے علاوہ چاروں طرف سمندر ہے۔ اس طرح تو آپ آسمان میں اُڑ کر بھی وہاں نہیں پہنچ سکتے۔‘‘

ایوس نے کہا،’’بیٹی، یہی وہ باتیں ہیں جو مجھے بے چین رکھتی ہیں۔ تم ٹھیک ہی کہتی ہو، ایسے حالات میں مَیں روحوں کے جزیرے تک نہیں پہنچ سکتا، مگر کاش ایسا ہوسکتا کہ مَیں اُڑ کر وہاں پہنچ جاتا۔‘‘

’تمانا‘ کچھ دیر سوچتی رہی اچانک اُسے کوئی بات یاد آگئی۔ اُس نے پوچھا،’’بابا، کیا آپ کو مائی نے اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا کہ آپ کس طرح اُن تک پہنچیں گے؟‘‘

ایوس نے کہا،’’ہاں مائی نے کہا تھا کہ میری قسمت میں ’شہزادی نارا‘ سے ملاقات

کرنا نہیں لکھا، مگر کوئی اور ہے جس کی قسمت مجھے شہزادی نارا تک لے جائے گی۔‘‘

یہ سن کر تمانا خوش ہوگئی اُس نے پوچھا،’’یہ تو بہت اچھی خبر آپ نے سنائی۔ اب مجھے بتایئے کہ وہ کون ہے جو آپ کو شہزادی نارا تک لے جائے گا؟ تاکہ مَیں اُسے تلاش کرکے آپ کے پاس لے آؤں۔‘‘

ایوس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا،’’بیٹی، مجھے مائی نے اُس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ مَیں نے بھی اپنے علم سے اُس شخص کو تلاش کرنے کی اور اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بہت کوشش کی، مگر مجھے کامیابی نہیں ملی۔‘‘

یہ سن کر تمانا بھی غمزدہ ہوگئی۔ مگر اُس کی ضدی طبیعت نے اُسے حوصلہ دیا۔ اُس نے ایوس سے کہا،’’بابا، آپ مجھے اجازت دیجئے کہ مَیں بستی کے ہر شخص کو آپ کے پاس لاؤں اور آپ اُن پر اپنا علم آزما کر دیکھیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ شخص جلد یا بہ دیر مل جائے گا۔‘‘

ایوس نے تمانا کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس ضمن میں بستی کے لوگوں کو پریشان نہ کیا جائے مگر ’تمانا‘ نے اُس کی ایک نہیں سنی۔ پھر تو بستی کا ہر فرد ایک ایک کرکے ’ایوس‘ کے پاس آیا اور ایوس نے اُس پر اپنا علم آزمایا مگر اس میں بھی انھیں کامیابی نہیں ملی۔

اس کی وجہ سے ایوس اور غمزدہ ہوگیا۔ ’تمانا‘ بوڑھے ’ایوس‘ کو غمزدہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اُس کا دل بھی بیٹھنے لگا، مگر ایک بار پھر ’تمانا‘ کے ضدی مزاج نے اُسے حوصلہ دیا۔ اُس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ کیوں نہ جنگل کو کھنگالا جائے۔ مگر اُس نے ’ایوس‘ کے سامنے یہ خیال پیش نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ ’ایوس‘ نے بستی والوں کو جنگل میں جانے سے منع کر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی شخص خوفناک جنگل میں جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ’ایوس‘ اپنے فائدے کے لیے کسی کو بھی خطرناک جنگل میں جانے اور موت کو

گلے لگانے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔'تمانا' نے طے کیا کہ کسی کو بتائے بغیر وہ خود ہی اگلے روز صبح سویرے جنگل کی طرف نکل جائے گی۔ اگرچہ یہ عقلمندی نہیں تھی مگر اُس کی ضد اُسے یہ بیوقوفی کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ سورج نکلتے ہی وہ تیار ہو کر جنگل کی طرف چل پڑی۔ جنگل میں جانے کے لیے کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ گھنے درختوں کے بڑے بڑے تنوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی جگہوں سے گزرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ سمجھ گئی کہ جنگل اُس سے زیادہ خوفناک ہے جیسا کہ اُس نے سنا تھا۔ گھنے درختوں کی وجہ سے سورج کی روشنی زمین پر نہیں پہنچ رہی تھی، جس کی وجہ سے وہاں نیلگوں اندھیرا تھا۔'تمانا' اپنے بوڑھے 'بابا ایوس' کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی اسی لیے بلاخوف وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

جنگل میں اندر ہی اندر چلتے ہوئے بہت دیر ہو گئی تھی۔ اُسے شدید بھوک لگ گئی تھی اور وہ بہت تھک بھی چکی تھی۔ اُسے اندازہ نہیں تھا کہ وقت کیا ہوا ہے؟ اور وہ اپنی بستی سے کتنی دور آ چکی ہے؟ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگاتے ہوئے اُس نے وقت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ جنگل کے ملگجے اندھیرے میں نیلاہٹ بڑھ گئی تھی، شاید سورج ڈوب رہا تھا اور شام ہو رہی تھی۔ اچانک اُسے جنگلی کتّوں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں بستی والوں کو اکثر سنائی دیتی رہتی تھیں جب جنگلی کتّے بستی سے قریب پہنچ جایا کرتے تھے۔ مگر کوئی پُراسرار طاقت تھی جو جنگل کے خوفناک جانوروں کو انسانی بستی سے دور رکھتی تھی۔ اسی طرح بستی والوں کی بھی حدیں مقرر تھیں اور وہ جنگل میں زیادہ دُور نہیں جا سکتے تھے۔

'تمانا' کی پیدائش چونکہ جنگل میں ہوئی تھی، اس لیے وہ بستی والوں سے الگ تھی اور شاید اسی لیے وہ جنگل کے اس حصّے تک پہنچ گئی تھی۔ بہر حال کتّوں کی آواز سن کر وہ چونکی اور سمجھ گئی کہ شام ہوتے ہی جنگلی کتّے شکار کی تلاش میں نکل پڑے ہیں۔ وہ قریب کے ایک

درخت پر چڑھ گئی اور گھنی شاخوں کے درمیان سے کتّوں کو دیکھنے لگی جو اپنی سرخ زبان نکالے اِدھر اُدھر شکار کی بُو سونگھ رہے تھے۔

کچھ دیر بعد کتّے وہاں سے چلے گئے۔ اُس نے درخت پر پیلے پھل دیکھے تو اُنھیں چکھ کر بھی دیکھا۔ یہ کیلوں جیسی لذت رکھتے تھے۔'تمانا' کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس نے یہ پھل پہلے بھی کبھی کھائے ہیں۔ اُس نے کچھ پھل توڑ کر کھائے۔'تمانا' نے شاخوں کے درمیان آرام کرنے کی جگہ دیکھی تو رات وہیں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ پیٹ بھرنے کے بعد تھکن دور کرنے کے لیے وہ آرام سے لیٹ گئی۔ جب تک وہ جاگتی رہی اُس نے درخت پر عجیب و غریب کیڑے مکوڑے دیکھے، جو اس سے پہلے اُس نے نہیں دیکھے تھے۔ اُسے ان کیڑوں سے ڈر نہیں لگ رہا تھا۔ کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ اگر کسی کیڑے نے اُسے کاٹا تو تمانا کا زہر اُس کیڑے کو کچھ ہی دیر میں مار ڈالے گا۔ اس لیے وہ اطمینان سے سو گئی۔

جب اُس کی آنکھ کھلی تو اندھیرا اور اوس کچھ کم تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ سورج نکل آیا ہے۔ اُس نے کچھ پھل توڑ کر کھائے۔ پھل کھاتے ہوئے اُس نے آس پاس کا جائزہ لیا۔ جب اُسے کوئی خطرہ نظر نہیں آیا تو وہ درخت سے اُتر کر دوبارہ ایک سمت چل پڑی۔ اس مرتبہ اُس کی رفتار تیز تھی اور اُس نے بہت لمبا سفر کر لیا تھا۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ ابھی تک اس کا سامنا جنگلی کتّوں سے نہیں ہوا تھا۔ جنگل کی ہوا میں گرمی بڑھ گئی تھی جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ دوپہر ہو چکی ہے۔ وہ تھکن اُتارنے کے لیے ایک جگہ رک گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ چل پڑی۔ کچھ دیر چلنے کے بعد اُس کے سامنے ایک چٹان آ گئی۔ یہ چٹان پھلدار درختوں سے سجی ہوئی تھی اور دور سے بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ مگر وہاں کوئی بھی جانور نظر نہیں آ رہا تھا۔

'تمانا' اُس چٹان پر چڑھ گئی۔ اُس نے ایک درخت سے پھل توڑے اور بیٹھ کر

کھانے لگی۔تبھی پانی کی کل کل اُس کے کانوں پر پڑی۔ یہ آواز سننا تھی کہ اُس کی پیاس چمک اُٹھی۔وہ تیزی سے پانی کی آواز کی سمت چل پڑی۔ پہلی مرتبہ اُس نے ایک آبشار دیکھا تو خوش ہوگئی۔اُس نے جی بھر کر ٹھنڈا پانی پیا اور منہ ہاتھ دھونے لگی۔تبھی اُسے آہٹ محسوس ہوئی وہ چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔اچانک اُس کے سامنے ایک دیوٗ آکھڑا ہوا۔ایک دیوٗ کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر کچھ دیر کے لیے وہ حیران رہ گئی۔مگر وہ بھی ہوشیار تھی۔وہ اپنے زہریلے اور تیز خنجر نکال کر اُس دیو سے نپٹنے کے لیے تیار ہوگئی۔دیوٗ اپنی بڑی بڑی سرخ اور خوفناک آنکھوں سے اُسے گھورتا رہا۔پھر اُس کا غصّہ غائب ہوگیا اب وہ حیران نگاہوں سے ’تمانا‘ کو دیکھ رہا تھا۔’تمانا‘ نے اپنے ایک خنجر سے اُس پر حملہ کیا۔دیوٗ کی نظر ’تمانا‘ کے چہرے پر تھی اس لیے اُس نے بچنے کی کوشش نہیں کی۔خنجر دیوٗ کے دائیں پیر میں گھس گیا۔پیر کے درد نے دیوٗ کو ہوشیار کر دیا اور جب تمانا نے دوسرا وار کیا تو وہ صاف بچ نکلا۔

دیو نے اپنے پیر سے خنجر نکالا اور اُس نے ’تمانا‘ کو گھورتے ہوئے پوچھا،’’لڑکی تم کون ہو؟ اور اس جنگل میں کیا کر رہی ہو؟‘‘

’تمانا‘ نے دیوٗ کو بولتے سنا تو وہ حیران رہ گئی اُس نے کہا،’’مَیں ایک شخص کو تلاش کر رہی ہوں؟‘‘

دیوٗ نے خنجر ’تمانا‘ کو دیتے ہوئے کہا،’’اگر ایسی بات ہے تو تم میری مہمان ہو؟ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔تم میرے ساتھ میرے گھر چلو۔وہاں ہم اطمینان سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں،آؤ۔‘‘

اتنا کہہ کر دیو ایک طرف جانے لگا۔’تمانا‘ وہیں کھڑی سوچتی رہی کہ شاید دیو اُسے بیوقوف سمجھتا ہے اور اُس پر قابو پانے کے لیے اپنے گھر لے جا رہا ہے۔کچھ دور جانے کے بعد

جب دیو نے پلٹ کر دیکھا تو ’تمانا‘ کو وہیں کھڑا پایا۔وہ واپس آیا اور اُس نے تمانا سے ہنس کر کہا،’’تم سوچ رہی ہو کہ شاید مَیں تمھیں اپنے گھر لے جا کر آسانی سے قتل کر دوں گا۔مگر میرا یقین کرو۔یہ معمولی خنجر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔مَیں تمھیں بہت اطمینان سے یہیں پر قتل کر سکتا ہوں۔تمھیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔اس جنگل میں میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو تمہاری مدد کرے۔اگر تمھیں مدد چاہیے تو میرے ساتھ چلو۔‘‘

اتنا کہہ کر وہ ’تمانا‘ کی طرف دیکھنے لگا۔تمانا نے کچھ دیر حالات پر غور کیا۔اُس نے سوچا کہ اگر دیوٗ سچ کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر وہ جھوٹ بول رہا ہے تب بھی وہ اُس سے مقابلہ کر سکتی ہے۔اُسے اپنی خنجر بازی پر پورا بھروسہ ہے۔اس کے علاوہ وہ ’ایولس‘ سے طلسمی علم بھی سیکھ چکی تھی۔اُس نے فیصلہ کیا اور خنجر اپنے لباس میں رکھ لیا۔اب وہ دیوٗ کے ساتھ جانے کے لیے تیار تھی۔دیوٗ اُسے لے کر ایک طرف چل پڑا۔چٹان میں ایک جگہ چھوٹا سا غار تھا۔دیوٗ نے کچھ پڑھ کر اُس پر پھونکا تو وہ غار پھیل کر اتنا بڑا ہوگیا کہ دیوٗ اُس کے اندر جا سکے۔’تمانا‘ حیرت سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔دیو، غار میں داخل ہوا اور اُس نے تمانا کو بھی اندر آنے کے لیے کہا۔یہ دیکھ کر کہ دیوٗ کو بھی طلسم آتا ہے، وہ سوچنے پر مجبور ہوگئی۔پھر اُس نے اپنے آپ کو قسمت کے حوالے کر دیا۔اس میں کچھ اُس کی ضدی طبیعت کا دخل بھی تھا۔وہ دیو کے پیچھے پیچھے غار میں چلتی رہی۔غار میں اندھیرا تھا مگر دیو کے پاس لکڑی کی مشعل تھی جس پر چربی لگی ہوئی تھی۔جس کی وجہ سے چربی جلنے کی بو غار میں پھیل رہی تھی۔دیو ایک جگہ رک گیا۔اُس نے تمانا سے کہا،’’مَیں تمھیں ایک چیز دکھا دیتا ہوں تاکہ تمھاری غلط فہمی دور ہو جائے۔ادھر دیوار کی طرف آؤ۔‘‘

تمانا غار کی دیوار کے پاس آئی تب دیو نے مشعل کو دیوار سے قریب کیا۔مشعل کی

روشنی میں تمانا نے دیوار پر دیکھا تو اُسے کسی کی تصویر نظر آئی۔ تمانا نے غور سے دیکھا تو اُس کے سر کے لمبے بال سے وہ کوئی لڑکی نظر آئی جو ایک سمندری جہاز پر کھڑی تھی۔

دیو نے کہا،''اس لڑکی کو غور سے دیکھو۔ اب آگے آؤ۔ تم میرے ہاتھ پر بیٹھ جاؤ تا کہ تم اُس لڑکی کو قریب سے دیکھ سکو۔''

تمانا دیو کے ہاتھ پر بیٹھ گئی اور دیو اُسے اُٹھا کر لڑکی کی تصویر کے قریب لے گیا۔

دیو نے کہا،''اب اُس لڑکی کے چہرے کو غور سے دیکھو۔''

تمانا نے دیکھا تو چونک گئی کیوں کہ تصویر والی لڑکی کے چہرے پر ویسا ہی داغ بنا ہوا تھا جیسا کہ تمانا کے چہرے پر تھا۔ دیو نے اُس سے پوچھا،''کیا تم نے لڑکی کو پہچانا؟''

تمانا حیرانی سے دیو کو دیکھنے لگی۔ دیو اُسے لے کر آگے چل پڑا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد وہ ایک کمرے میں پہنچے جسے پتھر تراش کر بنایا گیا تھا۔ وہاں کئی مشعلیں جل رہی تھیں، جن کی وجہ سے وہاں چاروں طرف روشنی تھی۔ وہاں پتھروں کے کئی چبوترے بھی تھے۔ دیو نے ایک چبوترے پر 'تمانا' کو بٹھا دیا۔

دیو نے کہا،''مَیں اس جزیرے اور یہاں رہنے والوں کا محافظ ہوں۔ مَیں یہاں کے ماحول میں توازن برقرار رکھتا ہوں۔ یعنی اگر کوئی جنگلی جانور جنگل میں قتل و غارت گری مچاتا ہے تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے اور مَیں اُسے مار ڈالتا ہوں جس کی وجہ سے جنگل میں امن قائم رہتا ہے۔ ایک مرتبہ ہواؤں نے مجھ سے کہا کہ ایک دوشیزہ جو جلد ہی ماں بننے والی ہے، وہ جنگل کے کسی حصّے میں آ پہنچی ہے اور تمھیں اُس کی اور اُس کے بچّے کی حفاظت کرنی ہے۔ چونکہ دوشیزہ کے سامنے میرا جانا مناسب نہیں تھا اس لیے مَیں نے بندروں کو حکم دیا کہ وہ اُسے تلاش کریں اور اُس کی حفاظت اور دیکھ بھال کریں۔ بندروں نے ایسا ہی کیا۔ مگر وہ

دوشیزہ مَر گئی اور اُس کی بچّی کو بندروں نے انسانی بستی تک پہنچا دیا۔ میرے یہاں ہونے کا ایک مقصد اور ہے۔ ہواؤں نے پتھروں پر وہ تصویر بنائی اور مجھ سے کہا تھا کہ مجھے اس لڑکی کی مدد کرنی ہے۔ یہ بات مجھے آج تک سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ کیوں کہ ہواؤں نے ہی یہ قانون بنایا ہے کہ جنگل کے رہنے والے، انسانی بستی کی طرف نہیں جائیں گے اور بستی میں رہنے والے انسان جنگل میں نہیں آسکتے۔ اسی لیے میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کوئی لڑکی جنگل میں کس طرح آسکتی ہے۔ مگر اب مَیں سوچتا ہوں کہ شاید تم وہی بچّی ہو جو جنگل میں پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے تم جنگل میں آسکتی ہو اور یہاں رہ سکتی ہو۔ وہ تصویر والی لڑکی بھی تم ہی ہو اور اب مجھے تمھاری مدد کرنی ہے۔ تو مجھے بتاؤ کہ مَیں تمھاری کیا مدد کرسکتا ہوں؟''

تمانا حیرت سے دیو کی باتیں سن رہی تھی۔ اُس نے اپنے حالات اور مشکلیں دیو کے سامنے بیان کیں اور کہا،''سردار ایولیس نے میری بہترین پرورش کی ہے۔ اُنھوں نے مجھے اپنی اولاد کی طرح چاہا ہے۔ اُنھیں ایک شخص کی تلاش ہے جس کی قسمت میں 'شہزادی نارا' سے ملاقات لکھی ہے۔ وہ اس شخص کے ذریعے 'شہزادی نارا' سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ مَیں اُسی شخص کو تلاش کرتی ہوئی یہاں پہنچی ہوں۔ اگر تمھیں اُس شخص کے بارے میں معلوم ہو تو مجھے بتاؤ۔''

دیو نے کہا،''مجھے ایسے کسی شخص کے بارے میں نہیں معلوم۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ شخص مَیں نہیں ہوں کیوں کہ مجھے یہیں رہ کر جنگل کی حفاظت کرنی ہے اور جانوروں کے درمیان امن قائم رکھنا ہے۔ مَیں یہ بھی جانتا ہوں کہ جنگل میں کوئی انسان نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو مَیں تمھیں اُس کے بارے میں بتاتا اور اُس کے پاس ضرور لے جاتا۔''

تمانا نے افسوس بھرے لہجے میں کہا،''پھر اب تم ہی بتاؤ مَیں آخر اُس شخص کو

کہاں تلاش کروں؟"

دیو کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اُس نے کہا" تم اپنے سردار ایوس کو 'شہزادی نارا' تک پہنچانا چاہتی ہو اور 'شہزادی نارا'، روحوں کے جزیرے 'سمیرین' پر ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ شخص تمھیں مل بھی جائے تو آخر وہ 'ایوس' کو روحوں کے جزیرے تک کس طرح لے جاسکے گا؟"

دیو کی بات سن کر تمانا چونک اُٹھی۔ اُسے دیو کی بات سمجھ میں آگئی۔ اُس نے کہا" تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں پہلے ایک سمندری جہاز تیار کرنا پڑے گا۔ اگر سمندری جہاز تیار ہوگیا تو کوئی بھی سردار ایوس کو جزیرہ 'سمیرین' تک لے جاسکتا ہے۔"

دیو نے کہا" یہی بہتر ہے۔ تم جاؤ اور بستی والوں کے ساتھ مل کر ایک سمندری جہاز تیار کرو۔"

تمانا نے کہا" اگر تم بھی سمندری جہاز بنانے میں ہماری مدد کرو تو مجھے یقین ہے کہ جہاز جلد ہی بن جائے گا۔"

دیو نے کچھ دیر غور کیا۔ پھر وہ تمانا کے ساتھ بستی میں جانے اور سمندری جہاز بنانے میں اُن کی مدد کرنے کے لیے راضی ہوگیا۔

تمانا دیو کے کاندھے پر بیٹھ کر بستی میں لوٹ آئی۔ مگر دیو کو بستی میں لے جانے سے پہلے 'تمانا' بستی میں آئی۔ بستی والے تمانا کو بستی میں نہ پا کر سمجھ رہے تھے کہ تمانا نے سمندر میں کود کر خودکشی کرلی ہے۔ مگر جب انھوں نے 'تمانا' کو زندہ دیکھا تو وہ سب خوش ہوگئے۔ انھوں نے اُس سے پوچھا کہ وہ اچانک کہاں چلی گئی تھی۔ تب اُس نے بستی کے بزرگوں اور جوانوں کو جمع کیا اور تمام واقعات بتائے۔ اُس کی کہانی سن کر کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک نازک لڑکی نے خوفناک جنگل میں دو دن گزارے۔

تمانا نے اُنھیں دیو کے بارے میں بتایا اور اپنا منصوبہ بتاتے ہوئے کہا کہ سمندری

جہاز بنانے میں دیو بھی اُن کی مدد کرے گا۔ اس لیے دیو بستی میں آرہا ہے۔ اُسے دیکھ کر کوئی خوفزدہ نہ ہو بلکہ خوش دلی کے ساتھ اُس کا استقبال کیا جائے۔ اتنا کہہ کر وہ دیو کو بستی میں لے آئی۔ دیو کو دیکھ کر بستی والوں کے دل دہل گئے۔ اُنھیں دیو کے وجود پر کسی طرح یقین نہیں آرہا تھا۔ بستی کا نیا سردار 'موماں' ان واقعات سے جہاں حیران تھا وہاں فکرمند بھی نظر آرہا تھا۔

تمانا نے اُس سے پوچھا" سردار، آپ خوش ہونے کی بجائے فکرمند کیوں نظر آرہے ہیں؟"

موماں نے کہا" بیٹی، ہمیں تمھاری کوئی خبر نہیں تھی۔ ہم سمجھے کہ تم نے سمندر میں کود کر اپنی جان دے دی ہے۔ جب یہ خبر سردار 'ایوس' کو ملی تو غم اور افسوس کی وجہ سے اُن کی طبیعت اور خراب ہوگئی۔ تمھارے غم میں رو رو کر اُنھوں نے اپنا بُرا حال کرلیا ہے۔ اب تو اُن کی سانسیں بھی رُک رُک کر چل رہی ہیں۔ وہ بڑی مشکل سے بات کر پاتے ہیں۔"

'ایوس' کے بارے میں معلوم کرکے تمانا گھبرا گئی اور وہ دوڑتی ہوئی ایوس کے پاس پہنچی۔ ایوس کی خراب حالت دیکھ کر وہ رونے لگی۔ رونے کی آواز سن کر ایوس نے اُس کی طرف دیکھا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا" تمانا۔۔ میری بیٹی۔۔۔ میری بچّی۔۔۔ تو کہاں چلی گئی تھی۔ دیکھ تیرے بغیر تیرے بابا کی کیا حالت ہوگئی ہے۔"

تمانا نے اپنے آنسو پونچھے اور اُن سے لپٹ گئی۔ پھر اُس نے 'ایوس' کو اپنے سفر کے بارے میں بتاتے ہوئے اپنے منصوبے کے بارے میں بھی بتایا۔ یہ سن کر ایوس نے کہا" میری بچّی، تُو میری فکر مت کر۔ تُو مرنے والے کو اُس کے حال پر چھوڑ دے۔ اپنی اور بستی کی فکر کر۔ "مَیں آج یا کل مَر کر وہیں پہنچ جاؤں گا جہاں 'شہزادی نارا' اور 'رُمائی' پہنچ گئے ہیں۔"

تمانا نے کہا" بابا، یہ سب مَیں صرف آپ کے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے بھی کر رہی ہوں۔ مجھے اپنے چند سوالوں کے جوابات چاہئیں جو زندہ لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔ اسی

لیے اس سفر میں مَیں آپ کے ساتھ رہوں گی۔‘‘

اتنا کہہ کر وہ باہر آئی اور سردار مومان کے پاس آ کر اُس سے مشورہ کرنے لگی۔

مومان نے کہا،’’بیٹی، اگر جلدی بھی کریں تو جہاز کے تیار ہونے میں کم از کم تین یا چار مہینے تو لگ ہی جائیں گے۔ جب کہ معلوم ہوتا ہے سردار اُیولیس زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ ہی ہمارا ساتھ دے سکیں گے۔‘‘

تمانا بھی جانتی تھی کہ اُیولیس کی زندگی تھوڑی ہی رہ گئی ہے۔ مگر وہ اپنی ضد کے آگے مجبور تھی وہ چاہتی تھی کہ سردار ایولیس کے مرنے سے پہلے اُس کی ایک خواہش تو پوری کر دے۔ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔

اچانک اُسے ایک خیال آیا۔ وہ دیو اور مومان کو اپنے ساتھ لے کر ساحل پر پہنچی۔ مومان سے پوچھا،’’سردار، آپ مجھے بتائیں کہ وہ سمندری جہاز جس پر آپ اس جزیرے پر آئے تھے کہاں ڈوبا تھا؟‘‘

مومان نے حیرت سے تمانا کی طرف دیکھا اور سمندر کے ایک طرف اشارہ کیا۔ تمانا نے دیو سے کہا،’’دیکھو، مومان سردار نے اشارے سے جو جگہ بتائی ہے وہاں سمندر کی تہہ میں ایک سمندری جہاز موجود ہے۔ مَیں چاہتی ہوں کہ تم اُسے سمندر سے نکال کر ساحل پر لے آؤ۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟‘‘

تمانا کی بات سن کر دیو غور کرنے لگا۔ سردار مومان نے تمانا سے کہا،’’بیٹی کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟ کیا تمھیں اندازہ نہیں کہ سمندری جہاز کتنا وزن دار ہوتا ہے؟ کیا تم نہیں جانتی کہ سمندر کی تہہ میں چیزوں پر کتنا دباؤ پڑتا ہے جس کی وجہ سے چیزوں کا وزن دُگنا اور چوگنا ہو جاتا ہے؟‘‘

تمانا نے سردار مومان کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ تو دیو کی طرف دیکھ

رہی تھی جو گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ دیو نے جب محسوس کیا کہ تمانا کی نظریں اُس پر جمی ہوئی ہیں تب اُس نے کہا،’’مَیں یقین سے نہیں کہہ سکتا مگر کوشش ضرور کر سکتا ہوں۔‘‘

دیو کی بات سن کر تمانا خوش ہو گئی اُس نے دیو سے کہا،’’تم فکر مت کرو۔ ہم بستی والے بھی تمھاری مدد کریں گے۔ تم رسّیاں لے جاؤ اور اُس جہاز کے حصّوں کو اُس سے باندھ دو۔ تمھارے ساتھ مل کر ہم سب بھی اُسے سمندر سے کھینچ نکالیں گے۔‘‘

تمانا نے سردار مومان سے کہا کہ وہ لمبی لمبی مضبوط رسّیاں منگوائے اور اُن کا ایک ایک سرا دیو کو دے دے اور دوسرا سرا بستی کا ہر شخص تھام کر کھڑا ہو جائے جب دیو رسّیوں کو جہاز سے باندھ کر اُسے اوپر کی طرف دھکیلے تو سب زور لگا کر جہاز کو کھینچیں۔

مومان کو تمانا پر یقین نہیں تھا مگر وہ جانتا تھا کہ تمانا بہت ضدی ہے اور ایولیس، تمانا سے محبت کرتا ہے۔ اس لیے اُس نے تمانا کی باتوں سے انکار نہیں کیا اور ویسا ہی کرنے لگا جیسا کہ تمانا نے اُس سے کہا تھا۔ بستی کے سب لوگ لمبی لمبی مضبوط رسّیاں لے کر ساحل پر پہنچے۔ بستی کے لوگوں میں بھی اپنے سردار کے لیے محبت اور خلوص تھا وہ بھی سردار کے لیے کچھ کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے وہ سب پُرجوش ہو کر تمانا اور دیو کی مدد کے لیے پہنچ گئے تھے۔ دیو نے بہت ساری رسّیوں کے سرے اپنی کمر سے باندھے اور بہت سارے اپنے ہاتھوں میں لیے۔ پھر اُس نے طلسمی کلمات پڑھنے شروع کیے۔ ان کلمات کی وجہ سے اُس کا جسم اور زیادہ طاقتور بننے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا قد دُگنا ہو گیا۔ کلمات پڑھتے ہوئے وہ سمندر میں اُترنے لگا۔ وہ جیسے جیسے آگے بڑھتا اُس کے آگے سے پانی ہٹتا جا رہا تھا۔ مگر سمندر کا پانی اتنا زیادہ تھا اور اُس کا دباؤ بھی اتنا تھا کہ اُس کی جادوئی طاقت پانی کو ہٹا نہیں پا رہی تھی۔ آگے بڑھتے ہوئے وہ پانی میں ڈوبنے لگا۔ مگر وہ کلمات تیزی سے پڑھتا ہوا آگے ہی بڑھتا

جارہا تھا۔آخر وہ پانی کے اندر چلا گیا اور سب کی نظروں سے غائب ہوگیا۔مگر رسّیوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سمندر میں آگے بڑھ رہا ہے۔آخر رسّیوں کی حرکت تھم گئی۔بہت دیر تک لوگ رسّیوں کے دوبارہ حرکت کرنے کا انتظار کرتے رہے۔آخر سمندر کی سطح پر ہلچل ہوئی اور دیو تیرتا ہوا اُوپر آیا۔اُس نے تمانا سے کہا،”مَیں نے جہاز کے مضبوط حصّوں کو رسّی سے باندھ دیا ہے۔ مَیں جہاز کو اُوپر اُٹھانے کی کوشش کرتا ہوں،تم سب زور لگا کر کھینچو۔“

اتنا کہہ کر دیو دوبارہ سمندر میں چلا گیا۔اچانک پانی میں تیز ہلچل ہونے لگی۔سب سمجھ گئے کہ دیو سمندری جہاز کو اُوپر اُٹھا رہا ہے تو وہ سب بھی رسّیوں کو پوری طاقت سے کھینچنے لگے۔ سب زور سے آوازیں لگا رہے تھے اور رسّیاں کھینچتے جارہے تھے۔سمندر کے پانی میں اتنی ہلچل تھی کہ پانی ساحل پر چلا آرہا تھا۔سب کے آدھے دھڑ پانی میں ڈوبنے لگے،جس کی وجہ سے انھیں زمین پر قدم جمائے رکھنے میں تکلیف ہونے لگی۔اچانک اُن کی طرف پانی کا بہاؤ اتنی تیزی سے آیا کہ سب کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ رسّیاں چھوڑ کر پانی میں تیرنے کی کوشش کرنے لگے۔اچانک اُنھیں قہقہہ سنائی دیا۔اُنھوں نے دیکھا کہ ساحل سے کچھ دور پر دیو، سمندری جہاز گود میں اُٹھائے کھڑا ہے۔جہاز سے سمندر کا پانی تیزی کے ساتھ نتھر رہا تھا جس کی وجہ سے وہ ہلکا ہوتا جارہا تھا۔جب جہاز میں موجود سارا پانی نکل گیا تو دیو نے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھالیا۔اب بھی اُس کے منہ سے عجیب وغریب الفاظ نکل رہے تھے۔

شاید انہی الفاظ کی جادوئی طاقت نے سمندری جہاز کو سمندر کی تہہ سے نکال لانے میں اُس کی مدد کی تھی۔آخر دیو جہاز کو اُٹھا کر ساحل پر لے آیا۔اب ساحل کا پانی دوبارہ سمندر کی طرف بہہ گیا تھا۔سمندری جہاز کو ساحل پر دیکھ کر بستی کے لوگ بہت خوش تھے۔مگر ان میں سب سے زیادہ وہ بزرگ خوش تھے جو اس جہاز پر دنیا کی سیر کر چکے تھے۔مومان،تمانا اور دیو

ان سے زیادہ خوش نظر آرہے تھے۔

یہ سمندری جہاز پانی کی تہہ میں ایک لمبے عرصے سے پڑا رہا تھا اس لیے اس پر کائی اُگ آئی تھی۔اس کے علاوہ اس کی جلی ہوئی لکڑیاں کئی جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔جہاز کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔اس کے درمیان کا حصّہ تو آدھے سے زیادہ ٹوٹا ہوا تھا۔

مومان نے کچھ نوجوانوں کو جمع کیا اور اُنھیں ساتھ لے کر جہاز کا معائنہ کرنے لگا۔ جہاز کا جائزہ لیتے ہوئے وہ خزانے کے کمرے میں پہنچا تو وہاں کی حالت دیکھ کر اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔اُنھوں نے دیکھا کہ برسوں پُرانا خزانہ جیسے کا ویسا فرش پر پڑا ہوا ہے۔یہ دیکھ کر وہ سب خوش ہوگئے۔مومان نے 'ایوس' کو خوش خبری دینے کے لیے ایک نوجوان کو روانہ کیا۔خزانہ کی خبر بستی میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ بستی کے لوگ خزانہ دیکھنے کے لیے جمع ہوگئے اور دیر تک اُس خزانے میں موجود سونے چاندی کے چمکتے زیورات اور جگمگاتے ہیرے جواہرات کو دیکھتے رہے۔مگر انھیں خوش دیکھ کر دیو فکرمند نظر آرہا تھا۔وہ نوجوان جو جہاز اور خزانے کی خبر 'ایوس' کو سنانے گیا تھا اُس نے آکر کہا کہ سردار ایوس نے سردار مومان اور تمانا کو طلب کیا ہے۔

سردار مومان اور تمانا،ایوس کے پاس پہنچے۔ایوس نے اُن سے کہا،”مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ ہمارا جہاز خزانے کے ساتھ ہمیں دوبارہ حاصل ہوگیا ہے۔مَیں تم سب کا شکر گزار ہوں۔مگر کیا تم سب اب بھی مجھے سردار مانتے ہو اور میری عزّت کرتے ہو؟اگر ایسا ہے تو کیا تم سب میرا ایک آخری حکم مانو گے؟“

مومان نے کہا،”سردار آپ کل بھی ہمارے سردار تھے اور آج بھی آپ ہمارے سردار ہیں۔یقین نہ آئے تو آپ حکم دیجیے۔ہم سب آپ کے اِک اشارے پر اپنی جان تک دینے کے لیے تیار ہیں۔“

سردار ایوس نے کہا، ”تو پھر میرا حکم ہے کہ وہ دولت جو انسان کو لالچی بنا دیتی ہے اور بھائیوں کو بھائیوں سے اور دوستوں کو دوستوں سے لڑاتی ہے۔ انسان کے دل میں نفرت، حسد اور کینہ پیدا کر دیتی ہے، اُس دولت اور خزانے کو دوبارہ سمندر کی تہہ میں پھینک دو۔“

”اگر تم میرا یہ حکم مان لو تو تم دیکھو گے کہ ہم اس دولت اور خزانے کے لیے آپس میں کبھی نہیں ٹکرائیں گے۔ ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے وہی محبت اور عزت قائم رہے گی جو اب تک ہے۔ اگر تم نے وہ خزانہ دوبارہ سمندر میں نہیں پھینکا تو یقین رکھو کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس خزانے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کی عزت نہیں کریں گے اور اس کے لیے بستی والے ایک دوسرے کو قتل کرنے پر بھی آمادہ نظر آئیں گے۔“

ایوس کی باتیں سن کر مومان اور تمانا بھی غور کرنے لگے۔ اُنھیں سردار ایوس کی باتیں ٹھیک معلوم ہو رہی تھیں۔ آخر اُنھوں نے ایوس سے کہا، ”سردار، آپ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ ہماری اصل دولت تو ہماری آپسی محبت اور ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں ساتھ دینے اور ساتھ رہنے کی عادت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا ہر حکم ہماری بہتری کے لیے ہوتا ہے۔ ہم یقیناً آپ کے حکم پر عمل کریں گے۔“

مومان کی بات سن کر ایوس کے دل کو تسلّی ہو گئی اور وہ خوش ہو گیا۔ مومان اور تمانا بستی والوں کے پاس آئے اور انھوں نے سب کو جمع کر کے سردار ایوس کا آخری حکم سنایا۔ ایوس کا حکم سن کر بستی والوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سب نے سردار ایوس کے آخری حکم کو قبول کیا۔ یہ منظر دیکھ کر دیو خوش ہو گیا۔ شاید وہ اب تک اسی لیے فکرمند تھا کہ خزانہ ملتے ہی کہیں بستی والوں کے دلوں میں لالچ اور دشمنی نہ پیدا ہو جائے۔ اب اُسے اطمینان تھا کہ ایسا نہیں ہو گا۔ اُس نے کہا، ”اے بستی والو، مجھے تمھارے سردار سے محبت ہے اور تمھارا سردار واقعی علم و حکمت کا مالک ہے۔ وہ تمھاری بہتری چاہتا ہے اور تم سب بھی عزت کے لائق ہو کہ تم

اپنے سردار کی باتوں اور مشوروں کو قبول کرتے ہو۔ اگر آپ سب مجھے اجازت دو تو مَیں اس خزانے کو سمندر کی تہہ میں دوبارہ پھینک آؤں۔“

مومان اور تمانا نے نوجوانوں کو حکم دیا کہ خزانے کو کمرے سے نکال کر ساحل پر لے آئیں۔ نوجوانوں نے خزانہ جہاز سے نکال ساحل پر جمع کر دیا۔ مومان اور تمانا نے دیو کو اجازت دی۔ دیو نے سارا خزانہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سمیٹا اور اُسے لے کر سمندر میں اُترا۔ کچھ دیر بعد وہ مسکراتا ہوا خالی ہاتھ واپس آ گیا۔

اب تمانا اور مومان اپنے تجربہ کار ساتھیوں اور نوجوانوں کے ساتھ جہاز کو بنانے اور اُس کی مرمت کرنے میں جُٹ گئے۔ اس کام میں دیو بھی مدد کر رہا تھا۔ وہ جنگل سے موٹے تنے والے درخت اُکھاڑ کر لے آتا جسے کاٹ کر اور چھیل کر بستی والے شہتیر بناتے اور اُسے جہاز کی تعمیرِ نو کے لیے استعمال کرتے۔ سب کی محنت اور مشقّت رنگ لائی اور تیرہویں روز جہاز تیار ہو گیا۔ اس پر مضبوط اور خوبصورت مستول کھڑے کیے گئے تھے، جن پر سفید بادبان چڑھائے گئے۔ جب جہاز تیار ہو گیا تو بستی والوں نے اُس میں ضروریات کا سامان لاد دیا۔ یہ سامان کئی مہینے استعمال ہونے والے غلّے، لباس اور برتنوں پر مشتمل تھا۔ بستی والوں نے سفر میں استعمال کی جانے والی تمام ضروری چیزوں کو جہاز میں رکھ دیا تھا۔ سفر کی تیاری مکمل کر کے ’تمانا‘ نے کچھ بہادر اور وفادار نوجوانوں کو سفر کے لیے اپنے ساتھ لیا۔

بستی کے تمام افراد نے سردار ’ایوس‘ کے ہاتھوں کو محبت سے بوسہ دیا اور عزت کے ساتھ اُسے جہاز کے ایک کمرے کے نرم و ملائم بستر پر لٹا دیا۔ تمانا نے جہاز پر پہنچ کر بستی والوں سے درخواست کی کہ وہ اُسے اور سردار ’ایوس‘ کو اپنی نیک تمناؤں سے نوازیں اور خیر و عافیت والے سفر کی دُعائیں دیں۔

بستی والوں کو یقین تھا کہ اس کے بعد وہ سردار ’ایوس‘ اور ’تمانا‘ کو کبھی نہیں دیکھ سکیں

گے۔اس لیے اُنھوں نے نم آنکھوں سے الوداع کہتے ہوئے دل سے اُنھیں دعا دی،
''ہماری دعا ہے کہ تمھارے سارے غم، مشکلیں اور تکالیف سمندر کی ہوائیں تم سے دور بہا کرلے جائیں۔تم ہماری نیک خواہشات اپنے ساتھ لے جاؤ۔جب تم اپنی منزل پر اطمینان اور خیر وعافیت سے پہنچ جاؤ تو ہمیں محبت سے یاد کرنا۔''

تمانا کے کہنے پر دیو نے جہاز کو اُٹھا کر دوبارہ سمندر کے پانی پر آہستہ سے رکھ دیا۔
تمانا نے دیو کا شکریہ ادا کیا تو دیو نے کہا،''تمانا مَیں تمھاری مدد کے لیے یہاں تھا۔اب میری ذمہ داری پوری ہوگئی۔مجھے یقین ہے کہ اس سفر کی وجہ سے تمھاری عزت میں اضافہ ہوگا اور تمھارے سوالات کے اطمینان بخش جوابات بھی تمھیں مل جائیں گے۔''

پھر دیو نے طلسمی کلمات پڑھ کر پھونک ماری تو جہاز تیزی سے کھلے سمندر کی طرف بڑھنے لگا۔جب تک بستی والے اور دیو آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئے تمانا اُنھیں محبت سے دیکھتی رہی۔اسی طرح جب تک جہاز نظر آتا رہا بستی والے ساحل سے اُسے دیکھتے رہے۔جب جہاز غائب ہوگیا تو بستی والے بستی میں لوٹ آئے اور دیو جنگل کی طرف چلا گیا۔

وہ مسلسل سفر کرتے رہے۔تمانا نے نوجوانوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا تھا جب ایک جماعت آرام کرتی تو دوسری کام کرتی۔اس طرح دن اور رات اُن کا سمندری جہاز تیزی سے اپنی منزل کی طرف چلا جا رہا تھا۔سات دن مسلسل سفر کرنے کے بعد اُن کا جہاز ایک جزیرے پر پہنچا۔تمانا کچھ نوجوانوں کے ساتھ جزیرے پر اُتری تا کہ اُس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔

اُس نے دیکھا کہ یہ جزیرہ بہت عجیب و غریب تھا۔اُس کے دو حصّے تھے۔ایک حصّے میں دن تھا تو دوسرے حصّے میں رات تھی۔وہاں رہنے والے چرواہے تھے۔ایک حصّے میں رہنے والے چرواہے صبح جب اپنی بھیڑوں کو چرا گاہوں کی طرف لے جانے لگتے تو

دوسری طرف والے چرواہوں کو صبح بخیر کہتے۔جب کہ اُسی وقت دوسری طرف رہنے والے چرواہے شام ہونے کی وجہ سے اپنی بھیڑوں کو گھر واپس لے آتے اور دوسری طرف والوں کو شب بخیر کہتے۔تمانا کے پاس ایک لڑکی آئی اور کہا،''خوش آمدید، یہاں میرے والد کی حکومت ہے۔آپ ہمارے مہمان ہیں۔آئیے میں آپ کو محل لے چلتی ہوں جہاں مَیں آپ کی مہمان نوازی کر سکوں۔''

تمانا اپنے نوجوانوں کو لے کر خوشی سے اُس کے ساتھ چل پڑی۔محل پہنچ کر جب اُس لڑکی نے اپنے والد سے اُنھیں ملایا تو سب بادشاہ کو دیکھ کر ڈر گئے وہ بہت خوفناک چہرے والا تھا۔بادشاہ نے اُنھیں دیکھا تو اُس نے فوراً ایک نوجوان کے گلے کو اپنے دانتوں سے دبوچ لیا۔جس کی وجہ سے وہ نوجوان فوراً مر گیا۔اُس کے مرتے ہی بادشاہ نے اُسے کچّا ہی کھانا شروع کر دیا۔

یہ دیکھ کر تمانا نے اپنے خنجر نکالے اور اُس لڑکی اور آدم خور بادشاہ کو قتل کر دیا۔پھر وہ وہاں نہیں رکی بلکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس جہاز پر پہنچی اور اُن کا سفر دوبارہ شروع ہوگیا۔چار روز کے بعد اُنھیں پھر زمین نظر آئی۔اس سرزمین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اس مرتبہ تمانا اپنے چند نوجوانوں کے ساتھ بڑی احتیاط سے چل پڑی۔یہ بہت سر سبز و شاداب جزیرہ تھا۔یہاں پر خوش رنگ اور خوبصورت جانور نظر آ رہے تھے۔چلتے چلتے اُنھیں ایک ٹیلے پر ایک جھونپڑی نظر آئی۔اُنھوں نے دیکھا کہ اُس جھونپڑی کے باہر بہت سارے بارہ سنگھے، ہرنیں، شیر ببر، چیتے، بھالو اور بھیڑیے آرام سے بیٹھے ہیں۔تمانا اور اُس کے ساتھی بڑی ہوشیاری سے جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگے۔اُن کے ہتھیار اُن کے ہاتھوں میں تھے اور وہ خوفناک جانوروں سے لڑنے کے لیے تیار تھے۔مگر جانوروں کے قریب جانے پر اُنھوں نے دیکھا کہ وہ خونخوار جانور اُن پر حملہ کرنے کی بجائے اپنی دم ہلا کر

دوستی کا پیغام دے رہے ہیں۔اُن جنگلی جانوروں کے اس برتاؤ پر وہ حیران رہ گئے۔اتنے میں جھونپڑی سے ایک خوبصورت لڑکی نکلی۔اُس نے جب تمانا اور اُس کے ساتھیوں کو دیکھا تو خوش ہو کر کہنے لگی۔

’’محترم مہمانو!یہ’سرسیٔ‘ کی سرزمین ہے۔آپ کا یہاں استقبال ہے۔آپ اپنے اپنے ہتھیار رکھ لیں۔یہاں کوئی کسی کا دشمن نہیں بلکہ سب ایک دوسرے کے غم خوار اور دوست ہیں۔چلیے آئیے۔سورج کی بیٹی’سرسیٔ‘ کی محل نما جھونپڑی میں آپ کا استقبال ہے۔‘‘

تمانا اپنے ساتھیوں کے ساتھ جھونپڑی کے اندر آئی۔مگر اس مرتبہ وہ دھوکہ کھانے والی نہیں تھی۔سرسی نے اُنھیں ایک میز کے گرد بٹھاتے ہوئے کہا،’’ آپ سب اطمینان سے یہاں بیٹھیں۔مَیں ابھی آپ سب کے کھانے پینے کا انتظام کرتی ہوں۔‘‘

’سرسیٔ‘ جیسے ہی وہاں سے گئی۔تمانا بھی چپکے سے اُس کے پیچھے چلی گئی۔تمانا نے دیکھا کہ’سرسیٔ‘ نے کھانے پینے کی چیزیں ایک طشتری میں جمع کیں۔پھر اُس نے چپکے سے اپنی جیب میں سے ایک شیشی نکالی اور اُس میں موجود کسی محلول کے چند قطرے شراب اور شربت کے پیالوں میں ڈالے۔’سرسیٔ‘ کو ایسا کرتے دیکھ کر تمانا سمجھ گئی کہ’سرسیٔ‘ کوئی خطرناک لڑکی ہے۔وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئی اور اُس نے اُن سے کہا کہ وہ کھانا کھائیں مگر شراب اور شربت نہ پئیں۔’سرسیٔ‘ نے دسترخوان بچھایا اور اُس پر کھانے کی چیزیں لا کر رکھ دیں۔سب کھانا کھانے لگے مگر تمانا کے حکم کے مطابق کسی نے مشروبات نہیں پیئے۔
یہ دیکھ کر’سرسیٔ‘ نے سب کے آگے شراب کے پیالے رکھے اور سب کو شراب چکھنے کی دعوت دی۔تمانا نے کہا،’’سفر کی وجہ سے ہماری طبیعت خراب ہے اس لیے ہم شراب پینا نہیں چاہتے۔‘‘

سرسی نے کہا،’’کوئی بات نہیں یہ شراب بہت ہی عمدہ ہے اور اس کے پینے سے

سفر کی تھکن دور ہو جائے گی۔‘‘

’سرسیٔ‘ کے اصرار کے باوجود سب نے شراب یا کوئی بھی شربت پینے سے انکار کر دیا۔تب’سرسیٔ‘ سمجھ گئی کہ شاید اُس کے مہمانوں کو اُس کی عیاری کا علم ہو گیا ہے۔اُس نے جادوئی کلمات پڑھنے شروع کیے جس کی وجہ سے تمانا کے ساتھیوں کی حالت خراب ہونے لگی۔کسی نوجوان کی سینگ نکلنے لگے تو کسی کی دم نکل آئی۔یہ دیکھ کر تمانا بھی جادوئی کلمات پڑھنے لگی جس کی وجہ سے’سرسیٔ‘ کے ہونٹ سل گئے۔اب وہ جادوئی کلمات نہیں پڑھ پا رہی تھی۔تمانا نے کچھ پڑھ کر شراب کے برتن پر پھونک ماری۔پھر اُس نے باری باری طلسمی شراب اپنے ساتھیوں پر ڈالی۔اس کی وجہ سے اُس کے ساتھی دوبارہ انسان بن گئے۔

تمانا شراب کا برتن لے کر باہر آئی اور اُس نے ہر جانور پر وہ شراب اُنڈیلی۔دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب شیر، چیتے، بھالو، ہرنیں اور بھیڑیے، خوبصورت آدمیوں اور خوبصورت عورتوں میں تبدیل ہو گئے۔سب نے تمانا کا شکریہ ادا کیا اور اُسے بتایا کہ وہ بھی مسافر ہیں اور’جزیرۂ فیشیا‘ کے رہنے والے ہیں۔جب وہ کچھ دیر آرام کرنے کے لیے اس جزیرے پر ٹھہرے تو’سرسیٔ‘ نے اُنھیں اپنے جادو سے جانوروں میں تبدیل کر دیا تھا اور اُن کا جہاز سمندر میں ڈبو دیا۔
تمانا نے اُن سے وعدہ کیا کہ وہ اُنھیں اُن کے جزیرے تک پہنچا دے گی۔’سرسیٔ‘ نے تمانا کے آگے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اور اشارے سے التجا کی کہ وہ اُسے جادوئی قید سے آزاد کرے۔
مگر تمانا نے کہا،’’جیسے کہ تم نے معصوم انسانوں کو اپنا قیدی بنا کر رکھا اور اُنھیں اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے دور رکھا، اب تمھاری یہی سزا ہے کہ تم بھی یہاں قید رہو۔‘‘

پھر وہ سب اپنے ساتھ جہاز پر واپس آئے اور سب جزیرۂ فیشیا کی طرف چل پڑے۔چھ دن کے سفر کے بعد وہ جزیرۂ فیشیا پہنچے۔تمانا نے اُنھیں جزیرے پر اُتار دیا۔فیشیا والوں نے لاکھ کوشش کی کہ تمانا کچھ روز اُن کی مہمان رہے اور اُن کے خوبصورت جزیرے

کی سیر کا لُطف اُٹھائے اور آرام کرے۔ مگر تمانا نے اُن سے کہا کہ اُس کے پاس آرام کرنے کا وقت نہیں ہے۔ وہ اپنے سردار ایوس کے ساتھ جلد از جلد 'جزیرہ سمیرین' پہنچنا چاہتی ہے۔ اتنا کہہ کر اُس نے جہاز کا لنگر اُٹھایا اور جزیرہ سمیرین کی طرف چل پڑی۔ فلیشیا کے لوگوں نے اُس کو کامیابی کی دعائیں دیں۔ مسلسل سفر کرتے ہوئے انھیں تین روز ہو گئے تھے کہ اچانک اُن کا جہاز سمندری طوفان میں گھر گیا۔ طوفانی ہوائیں اس قدر تیز تھیں کہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ جہاز کو آسمان میں اُٹھا لے جائیں گی۔ ایسے میں تمانا نے جادوئی کلمات پڑھے جس کی وجہ سے ہواؤں کا زور کم ہو گیا۔ ورنہ ہواؤں کے دباؤ کی وجہ سے سمندری جہاز گہرے سمندر میں ڈوب بھی سکتا تھا۔ یہ جزیرہ فلیشیا اور جزیرہ ایولین کے لوگوں کی دعاؤں کا ہی اثر تھا کہ اُن کا جہاز طوفان کی زد سے بغیر کسی نقصان کے نکل آیا۔

طوفان سے نکلتے ہی اُنھیں ایک سرزمین نظر آئی۔ جس پر کہرا اور دھند چھائی ہوئی تھی۔ 'تمانا' نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُس جزیرے پر قدم رکھا تو اُنھیں وہاں ویرانی اور بربادی کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اُنھیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ وہ سب مَر چکے ہوں۔ اس وجہ سے 'تمانا' کو احساس ہو گیا کہ یہی 'سمیرین جزیرہ' ہے۔ وہ سردار ایوس کو بھی جزیرے پر لے آئی۔ رسم کے مطابق اُنھوں نے ایک بھیڑ ذبح کی اور زمین کے ایک گھڑے کو خون سے بھر دیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے مُردوں کے لیے دعائیں کیں۔

ایوس نے 'شہزادی نارا' کو پکارا۔ تھوڑی ہی دیر میں اُن کے سامنے 'شہزادی نارا' آ کھڑی ہوئی۔ اُسے دیکھ کر ایوس خوش ہو گیا۔ اُس نے شہزادی نارا کے سامنے دوزانو ہو کر اُس سے کہا، ''شہزادی مَیں تمھارا گنہگار ہوں۔ مَیں نے تم پر اور تمھارے خاندان پر ظلم کیا۔ مجھے اس کا بہت افسوس ہے۔ تمھارے جانے کے بعد سے اب تک مَیں پشیمانی اور شرمندگی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ مَیں تم سے محبت کرنے لگا تھا، مگر تم سے معافی نہیں مانگ سکا۔ اب

مَیں تمھارے سامنے ہوں چاہو تو تم مجھے معاف کر دو یا مجھے قتل کر کے اپنا بدلہ لے لو۔'' اتنا کہہ کر 'ایوس' زار و قطار رونے لگا۔

شہزادی نارا نے کہا، ''ایوس، سزا دینا یا معاف کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ غم اُٹھانا یا خوشی منانا یہ سب کی قسمت میں ہوتا ہے۔ میری قسمت میں جو تھا وہ مجھے ملا اور تمھاری قسمت میں جو تھا تمھیں ملا۔'' اتنا کہہ کر شہزادی نارا پھر دھند میں غائب ہو گئی۔

ایوس نے 'مائی' کو پکارا تو 'مائی' کی روح بھی اُس کے سامنے آ گئی۔

'ایوس' کو دیکھ کر مائی نے کہا، ''بیٹا، ایوس دیکھو میری پیشین گوئی کتنی درست ثابت ہوئی۔ آخر تم ہم سے ملاقات کے لیے آ ہی گئے۔''

ایوس نے کہا، ''ہاں تُو نے سب ٹھیک ہی کہا تھا۔ تیری خواہش کے مطابق مَیں نے اپنے ساتھیوں اور وفاداروں کا خیال رکھا۔ اسی طرح جب 'ایتھاکا' کا رہنے والا 'اوڈیسیس' جزیرے پر آیا تو تیرے حکم کے مطابق مَیں نے اُس کی ہر طرح سے مدد کی۔ مگر شاید اُس کی قسمت میں گھر پہنچنا نہیں لکھا تھا۔''

مائی نے کہا، ''ایوس، اُس کی قسمت میں 'ایتھاکا' پہنچنا لکھا تھا۔ مَیں تو بس یہ چاہتی تھی کہ ہم بھی اُس کے مددگاروں میں شامل ہو جائیں۔ مگر افسوس کہ ہم اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکے۔ ہاں تم مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے، جس کی قسمت تمھیں یہاں لے آئی؟''

'ایوس' نے 'تمانا' کی طرف اشارہ کر کے کہا، ''یہ لڑکی ہے۔ اس کا نام 'تمانا' ہے۔ یہی ہے وہ جو مجھے یہاں تک لے آئی۔''

تمانا کو دیکھ کر 'مائی' چونک گئی۔ اُس نے کہا، ''اچھا تمھیں یہ کہاں سے مل گئی؟''

'ایوس' نے کہا، ''یہ میرے جانثار دوست 'تبروک' کی بیٹی ہے۔''

یہ سن کر مائی غائب ہو گئی اور جب کچھ دیر بعد واپس آئی تو 'تبروک' اور اُس کی بیوی

کی روح بھی اُس کے ساتھ تھی۔ 'مائی' نے 'تمانا' کی طرف اشارہ کرکے تبروک اور اُس کی بیوی سے پوچھا’’کیا یہ لڑکی تمھاری بیٹی ہے؟‘‘

تبروک اور اُس کی بیوی نے کہا’’یہ ہماری بیٹی نہیں ہے۔‘‘

تمانا نے بھی اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا’’مَیں تبروک کی بیٹی نہیں ہوں۔ مجھے خود اپنے والدین کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ مَیں یہاں اسی لیے آئی ہوں کہ اپنے والدین کے بارے میں معلومات حاصل کرسکوں۔‘‘

مائی نے کہا’’مجھے معلوم ہے کہ تم کس کی بیٹی ہو۔ اگر تم جاننا چاہتی ہو تو مَیں تمھیں بتا دوں کہ تم 'ایوس' اور 'نارا' کی بیٹی ہو۔‘‘

مائی کی بات سن کر 'ایوس' اور 'تمانا' چونک گئے۔ مائی کچھ دیر کے لیے دوبارہ غائب ہوگئی۔ جب واپس آئی تو اُس کے ساتھ 'شہزادی نارا' اور اُسی سُرخ بندر کی روح تھی جس نے 'تمانا' کو تبروک کے مکان میں رکھا تھا۔ اُس بندر نے 'تمانا' کو اُس کے چہرے کے داغ سے پہچان لیا۔ 'مائی' نے شہزادی نارا سے کہا کہ وہ اپنی سرگزشت سنائے جب وہ 'ایوس' سے دور چلی گئی تھی اور کس طرح وہ ماں بنی۔‘‘

شہزادی نارا، نے اپنی روداد سنائی۔ تب 'مائی' نے بندر سے کہا کہ اب وہ اس کہانی کو پوری کرے۔ بندر نے ساری باتیں بتائیں کہ کس طرح شہزادی نارا، 'تمانا' کو پیدا کرتے ہی فوت ہوگئی اور بندروں نے ننھی سی بچی کو جنگلی جانوروں سے بچانے اور اُس کی صحیح تربیت اور پرورش کے لیے انسانی بستی میں پہنچانے کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کو اُسی نے پورا کیا اور 'تمانا' کو 'تبروک' کے مکان تک پہنچایا۔

یہ کہانی سن کر 'ایوس' خوش ہوگیا۔ 'تمانا' بھی سردار 'ایوس' کو اپنے والد کی شکل میں پا کر خوش ہوگئی۔ وہ 'ایوس' سے چمٹ گئی۔ 'ایوس' نے بھی اُسے بہت پیار کیا۔ اُس نے شہزادی

نارا کا شکریہ ادا کیا کہ اُس نے اتنی ذہین، مضبوط ارادے والی اور خوبصورت بیٹی سے نوازا۔ شہزادی نارا بھی اپنی بیٹی سے مل کر خوش ہوگئی۔ تمانا اپنی والدہ 'نارا' کو بھی اپنے گلے لگانا چاہتی تھی۔ مگر شہزادی نارا تو ایک روح تھی اور وہ روح کو کیسے گلے لگا سکتی تھی۔

مائی نے کہا’’بیٹا ایوس مجھے معاف کردو۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر شہزادی نارا تمھارے ساتھ رہی تو تمھاری ساری توجہ شہزادی نارا اور اپنی بیٹی کی طرف ہوگی۔ تم مجھے بھول جاؤ گے۔ اسی لیے مَیں نے تم سے کہا تھا کہ 'شہزادی نارا' تمھارے اور تمھارے دوستوں کے لیے خطرہ ہے اور اس طرح مَیں نے تمھیں شہزادی نارا اور 'تمانا' سے دور کردیا۔ اس کے علاوہ مَیں نے تمھیں وہ جادوئی کلمات نہیں سکھائے تھے جن کے ذریعے تم اپنی بیٹی کو پہچان سکو۔ اگر ہو سکے تو مجھے معاف کردینا۔‘‘

ایوس نے کہا’’مائی تُو کل بھی میرے لیے احترام کے لائق تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ تُو نے مجبور ہو کر وہی کیا جو ہماری قسمت میں تھا۔ ہاں یہ تُو نے اچھا کیا کہ آج اس راز سے پردہ اُٹھا دیا۔‘‘

مائی نے کہا’’ایوس، مَیں اس لیے بھی تمھیں شہزادی نارا اور 'تمانا' سے دور رکھنا چاہتی تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ تمہاری بیٹی میری موت کی وجہ بنتی۔ یعنی جب تمھاری بیٹی دنیا میں قدم رکھتی، مَیں مرجاتی۔ مَیں نے کوشش کی کہ شہزادی نارا اور اُس کی بیٹی کو جنگلی جانور مار ڈالیں اور مَیں زندہ رہوں مگر دیکھو ویسا ہی ہوا جیسا کہ قسمت میں تھا۔ اُدھر 'تمانا' نے آنکھیں کھولیں اور ادھر میری آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہوگئیں۔‘‘

'تمانا' نے پوچھا’’مائی، کیا آپ یہ بتا سکتی ہیں کہ میرے ساتھ ایسا کیا ہوا کہ جس کی وجہ سے میرا خون زہریلا ہوگیا؟‘‘

مائی نے کہا’’بیٹی، یہ اس لیے ہے کہ شہزادی نارا کو زہریلے کتّے نے کاٹ لیا تھا۔ وہ زہر تمھارے پیدا ہونے تک اُس کے خون میں شامل رہا۔ وہی زہریلا خون جس نے

شہزادی نارا کی جان لی ،تمھارے خون میں بھی شامل ہے ۔اس کے علاوہ ایک راز کی بات یہ بھی ہے کہ تم کوئی معمولی لڑکی نہیں ہو۔تم میں بہت زیادہ طلسمی طاقت پوشیدہ ہے ۔اگر تم جادوئی تعلیم حاصل کرتی جاؤ تو تم مجھ سے بھی زیادہ طاقت حاصل کر سکتی ہو۔"

پھر وہ سب بہت دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے ۔آخر روحیں دھند میں غائب ہوگئیں ۔'تمانا' نے 'ایوس' سے کہا کہ اب اُنھیں جزیرۂ ایولین کی طرف چلنا چاہیے ۔

'ایوس' نے کہا، "میری بچّی تُو جانتی ہے کہ مَیں زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ پاؤں گا۔ہوسکتا ہے کہ جزیرے پر پہنچنے سے پہلے ہی مَیں مرجاؤں ۔میری بچّی ابھی تُو جوان ہے تجھے دنیا کا سفر کرنا ہے ۔بہت سارے علوم اور تجربات حاصل کرنے ہیں ۔تُو مجھے یہاں رہنے دے ۔مَیں اپنی 'مائی' اور شہزادی نارا کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا۔تُو اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلی جا اور اپنی بستی کے لوگوں کا خیال رکھ۔جا تُو مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا میری نیک خواہشات تیرے ساتھ ہیں ۔"

'تمانا' نے ایوس کو لاکھ منانے کی کوشش کی مگر اُس نے ایک نہیں سنی ۔آخر 'تمانا' نے روتے ہوئے اپنے والد کو الوداع کہا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاز پر جزیرۂ ایولین کی طرف چل پڑی ۔

ختم شُد

کوائف

نام :ابواُسامہ ہارون الرشید

قلمی نام : اِبنِ آدم

تخلّص : آدمؔ

پتہ : ۶۴۱/بی،گلی نمبر ۵،نیاپورہ،مالیگاؤں۔
ضلع ناشک۔مہاراشٹر ۴۲۳۲۰۲۔

رابطہ : ۰۹۰۲۸۱۱۷۵۵۳/۰۹۳۷۰۴۰۶۷۵۴
ibneaadammlg@gmail.com/
abu_osamah123@yahoo.com

تعلیم : ایم۔کام۔(کاسٹ اکاؤنٹنگ)،جی۔ڈی۔سی۔اینڈ اے۔
ایم۔اے۔(اُردو)،پی۔ایچ۔ڈی۔(اُردو)(جاری)

مقالے کا عنوان: مہاراشٹر میں اُردو ادبِ اطفال کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ

نگراں : ڈاکٹر قاسم امام(صدر شعبۂ اُردو بُرہانی کالج ،ممبئی)

پیشہ : کمپیوٹر اکاؤنٹنگ ،کوآپریٹیو آڈیٹر

دیگر مشاغل: اُردو ادب کا مطالعہ،موسیقی،سیروسیاحت،شاعری،نثر نگاری

رکنیت : انجمن ارتقائے ادب،مالیگاؤں (رجسٹرڈ)
انٹرنیشنل افسانچہ فاؤنڈیشن آف انڈیا،مالیگاؤں (رجسٹرڈ)

اعزازات وانعامات

۱)'یووا پرسکار ۲۰۱۳ء'برائے شاعری منجانب:'یووا منڈل' مالیگاؤں کیمپ

۲)اعتراف برائے ادبی خدمات
منجانب:انجمن ترقیٔ ہند(مالیگاؤں)اور مہاراشٹر راجیہ اُردو ساہتیہ اکادمی ،ممبئی

۳)'سہیل عظیم آبادی ایوارڈ' برائے ادبِ اطفال سن ۲۰۱۳ء
منجانب: بہار اُردو اکادمی ،پٹنہ

۴)اعتراف برائے ادبی خدمات

منجانب: ماہنامہ گل بوٹے ممبئی اور مہاراشٹر راجیہ ساہتیہ اُردو اکادمی ممبئی

۵) 'حافظ کرناٹکی ایوارڈ' برائے ادبِ اطفال سن ۲۰۱۳ء

منجانب: سہ ماہی 'عکس ادب'، اورنگ آباد   بموقع: قومی کانفرنس، سیمینار و مشاعرہ

۶) اعترافِ خدمات   منجانب: انجمن ارتقائے ادب، (رجسٹرڈ) مالیگاؤں

بمقام: 'سٹیزن کیمپس' سردار ہائی اسکول اینڈ ایجوکیشن کالج، مالیگاؤں بتاریخ ۲۵/ جولائی سن ۲۰۱۵ء

۷) اعترافِ خدمات بہ ضمن موسیقی   منجانب: ہارون انصاری سینئر کالج، مالیگاؤں

بموقع: آل مہاراشٹر اُردو تقریری مقابلہ بتاریخ: ۲۷/ جنوری سن ۲۰۱۴ء

۸) اعترافِ خدمات بہ ضمن موسیقی   منجانب: ثناء اُردو پرائمری اسکول، مالیگاؤں

بموقع: یومِ جمہوریہ ہند تقریبات   بتاریخ: ۲۶/ جنوری سن ۲۰۱۴ء

مقالہ خوانی

۱) 'بچوں کے ادب کی کہانیوں میں موضوعاتی تنوع'

پیش کش بموقع: کُل ہند، دو روزہ قومی مذاکرہ برائے ادبِ اطفال

زیرِ اہتمام، باشتراک: ماہنامہ گل بوٹے ممبئی اور مہاراشٹر راجیہ اُردو ساہتیہ آکادمی ممبئی

بتاریخ ۲۰/ اور ۲۱/ فروری سن ۲۰۱۵ء، احمد زکریا ہال، انجمن الاسلام، قلابہ ممبئی

۲) 'ادبِ اطفال اور بچوں کی نفسیات'

پیش کش بموقع: کُل ہند، سہ روزہ ادب اور نفسیات سیمینار،

زیرِ اہتمام: کوہِ نور کالج، خلد آباد، ضلع اورنگ آباد

۳) 'مہاراشٹر میں اُردو ادبِ اطفال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'

پیش کش بموقع: سہ روزہ بین الاقوامی سیمینار برائے محققین

زیرِ اہتمام، باشتراک: غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی اور قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، دہلی

بتاریخ: ۱۱، ۱۲ اور ۱۳/ ستمبر سن ۲۰۱۵ء، غالب آڈیٹوریم، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی

۴) 'مہاراشٹر میں اُردو ادبِ اطفال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'

پیش کش بموقع: یک روزہ بین الاقوامی سیمینار برائے محققین

زیرِ اہتمام: شعبۂ اُردو جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی

بتاریخ: ۱۴/ ستمبر سن ۲۰۱۵ء، سیمینار ہال، جے۔ این۔ یو۔ دہلی

اِبن آدم کی مطبوعات

نمبر شمار	عنوان	صنف	صفحات	پبلی کیشن	سن اشاعت
۱۔	باغ و بہار (میر امّن)	تلخیص	۶۴	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۱ء
۲۔	جادو	بچوں کیلئے طبع زاد ناول	۸۰	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۱ء
۳۔	جادوگر	بچوں کیلئے طبع زاد ناول	۸۰	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۱ء
۴۔	قبلائی خان	تاریخی شخصیات سیریز	۴۸	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۱ء
۵۔	دی نپولین بوناپارٹ	تاریخی شخصیات سیریز	۶۴	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۲ء
۶۔	جادوگر بادشاہ	بچوں کیلئے طبع زاد ناولٹ	۴۰	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۲ء
۷۔	جادوگر شہزادی	بچوں کیلئے طبع زاد ناولٹ	۴۸	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۲ء
۸۔	ٹوبو (سائنس فکشن)	طبع زاد کہانیوں کا مجموعہ	۳۲	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۲ء
۹۔	بیتال پچیسی	مراٹھی ادب سے ترجمہ	۱۴۴	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۳ء
۱۰۔	ہلاکو خان	تاریخی شخصیات سیریز	۶۴	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۱۳ء
۱۱۔	سنگھاسن بتّیسی	بچوں کیلئے ترجمہ	۱۲۸	نور پبلی کیشنز	۲۰۱۳ء
۱۲۔	جادوئی پیالہ	بچوں کیلئے طبع زاد ناول	۶۴	مصطفیٰ پبلی کیشنز	۲۰۱۴ء

آئندہ تصانیف:

۱۔ 'ٹوبو' کی واپسی   بچوں کیلئے طبع زاد ناول   ۸۸/ صفحات

۲۔ جادوگری   بچوں کیلئے طبع زاد داستان   ۴۶۰/ صفحات

۳۔ رُباعیاتِ ابن آدم   رُباعیات کا مجموعہ   ۱۰۴/ صفحات

۴۔ مہاراشٹر کے ادیب الاطفال   تحقیق و تبصرہ   ۱۰۴/ صفحات

۵۔ مہاراشٹر کے شاعر الاطفال   تحقیق و تبصرہ   ۱۰۴/ صفحات